



پیشکش: مجلس شعبہ کتب نور الہدیٰ

فتاویٰ رضویہ

أَجَلَسِ الْإِعْلَامَ أَنَّ الْفِتْوَى
مُطْلَقًا عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ

۱۳۳۲ھ

(روشن تر آگاہی کہ فتویٰ قولِ امام پر ہے)

رسالہ نمبر (۱)

مکتبہ نور الہدیٰ (رجسٹرڈ)

اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

كتاب : العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية

رسالة: أجلى الإعلام أن الفتوى مُطلقاً على قول الإمام (1334هـ)

مؤلف: شيخ الاسلام والسلمين مجددين وملت الشاه امام احد رضا خان عليه رحمة

الرحمن (المتوفى 1340هـ)

بفيضان كرم: فضيلة الشيخ العلامة ومولانا مفتى محمد فرقان مدنى القادري والشاذلى

پيشکش: مجلس شعبه كتب نور الهدى

جامعه: نور الهدى اسڪالرز اڪيڈمى (رجسٹرڈ)

جلد نمبر: 1 رساله نمبر: 1

اشاعت اول: محرم الحرام ۱۴۴۰ھ، اکتوبر 2018ء

الناشر: مكتبه نور الهدى كراچى پاکستان



Network

خُطبة الكتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نُحْمِدهُ ونُصَلِّي على رَسولِهِ الكَرِيمِ

الحمد لله هو الفقه الأكبر ÷ والجامع الكبير لزيادات فيضه البسيط الدرر والغرر ÷ به الهداية ÷
 ومنه البداية ÷ واليه النهاية ÷ بحمد الوفاية ÷ ونقاية الدراية ÷ وعين العناية ÷ وحسن
 الكفاية ÷ والصلاة والسلام على الامام الاعظم للرسول الكرام ÷ مالكي وشافعي احمد الكرام ÷
 يقول الحسن بلاتوقف ÷ محمد الحَسَنُ ابويوسف ÷ فانه الاصل المحيط ÷ لكل فضل بسيط ÷
 ووجيز ووسيط ÷ البحر الزخار ÷ والدر المختار ÷ وخزائن الاسرار ÷ وتنوير الابصار ÷
 ورد المحتار ÷ على منح الغفار ÷ وفتح القدير ÷ وزاد الفقير ÷ وملتقى الابحر ÷ ومجمع الانهر ÷
 وكنز الدقائق ÷ وتبيين الحقائق ÷ والبحر الرائق ÷ منه يستمد كل نهرفائق ÷ فيه البنية ÷ وبه
 الغنية ÷ ومراقى الفلاح ÷ وامداد الفتاح ÷ وايضاح الاصلاح ÷ ونور الايضاح ÷ وكشف البضرات ÷
 وحل المشكلات ÷ والدرر المنتقى ÷ وينايع المبتغى ÷ وتنوير البصائر ÷ وزواهر الجواهر ÷ البدائع
 النوادر ÷ المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر ÷ مغنى السائلين ÷ ونصاب المساكين ÷ الحاوى
 القدسي ÷ لكل كمال قدسى وانسى ÷ الكافي الوافي الشافي ÷ البصفي المصطفى المستصفي المجتبي
 المنتقى الصافي ÷ عُدّة النوازل ÷ وانفع الوسائل ÷ لاسعاف السائل ÷ بعيون السائل ÷ عبدة
 الاواخر و خلاصة الاوائل ÷ وعلى اله وصحبه ÷ وحزبه ÷ مصاييح الدجى ÷ ومفاتيح الهدى ÷ لاسيما
 الشيخين صاحبين ÷ الأخذ من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين ÷ والخنتين الكريبين ÷ كل
 منها نور العين ÷ ومجمع البحرين ÷ وعلى مجتهدى ملتته ÷ وائمة امته ÷ خصوصا الاركان
 الاربعة ÷ والانوار اللامعة ÷ وابنه الاكرم ÷ الغوث الاعظم ÷ ذخيرة الاولياء ÷ وتحفة الفقهاء ÷
 وجامع الفصولين ÷ فصول الحقائق والشراع المهذب بكل زين ÷ وعلينا معهم ÷ وبهم ولهم ÷
 يا ارحم الرحيمين ÷ امين امين ÷ والحمد لله رب العالمين ÷

ترجمہ: (خطبہ الكتاب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

ہم اس کی حمد کرتے اور اس کے کرم والے رسول پر درود بھیجتے ہیں سب خوبیاں خدا کو ہیں یہی سب سے بڑی فقہ و دانشمندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ کی افزائشیں کہ نہایت روشن موتی ہیں ان کے لیے بڑی جامع ہے، اللہ ہی سے آغاز ہے اور اسی کی طرف انتہا، اسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایت کی خوبی، اور درود و سلام ان پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں، میرے مالک اور میرے شافع احمد کمال کرم والے، حسن بے توقف کہتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ہیں کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیرہ و صغیرہ و متوسط کو محیط ہیں، نہایت چھلکتے دریا ہیں اور چٹنے ہوئے موتی، اور رازوں کے خزانے، اور آنکھیں روشن کرنے والے، اور حیران کو اللہ غفار کی عطاؤں کی طرف پلٹانے والے، قادر مطلق کی کشائش ہیں، اور محتاجوں کے توشے، تمام کمالات کے سمندر انہیں میں جا کر ملتے ہیں اور سب خوبیوں کی نہریں انہیں میں جمع ہیں، باریکیوں کے خزانے ہیں، اور تمام حقائق کے روشن بیان، اور خوشنما صاف شفاف سمندر کہ ہر فوقیت والی نہر انہیں سے مدد لیتی ہے، انہیں میں آرزو ہے اور انہیں کے سبب باقی سب سے بے نیازی، اور مراد پانے کے زینے اور تمام ابواب خیر کھولنے والے کی مدد، اور آراستگی کی روشنی، اور اس روشنی کے لئے نور، اور غیبوں کا کھلنا، اور مشکلوں کا حل ہونا، اور چٹنا ہوا موتی، اور مراد کے چشمے، اور دلوں کی روشنیاں، اور نہایت چمکتے جو اہر عجب و نادر، وہ مثل و نظیر سے ایسے پاک ہیں کہ ان کا مثل ممکن نہیں، سائلوں کو غنی فرمانے والے ہیں، اور مسکینوں کی تو نگر، ہر کمال ملکوتی و انسانی کے پاک جامع ہیں، تمام مہمات میں کافی ہیں، بھرپور بخشنے والے، سب بیماریوں سے شفا دینے والے، مصفیٰ برگزیدہ پاکیزہ چٹنے ہوئے، سترے صاف، سب سختیوں کی دقت کے لئے ساز و سامان ہیں، سائل کو نہایت عمدہ منہ مانگی مرادیں ملنے کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش وسیلے ہیں، پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں کے خلاصے، اور ان کے آل و اصحاب اور ازواج و گروہ پر درود و سلام جو ظلمتوں کے چراغ اور ہدایت کی کنجیاں ہیں، خصوصاً اسلام کے دونوں بزرگ مصطفیٰ کے دونوں یار کہ شریعت و حقیقت دونوں کناروں کے حاوی ہیں، اور دونوں کرم والے شادیوں کے سبب فرزندِ اقدس سے مشرف کہ ان میں ہر ایک آنکھ کی روشنی اور دونوں سمندروں کا مجمع ہے، اور ان کے دین کے مجتہد ولی امت کے اماموں پر خصوصاً شریعت کے چاروں رکن چمکتے نور، اور ان کے نہایت کریم بیٹے غوث اعظم پر کہ اولیاء کے لئے ذخیرہ ہیں، اور فقہاء کے لئے تحفہ، اور حقیقت اور وہ شریعت کہ ہر زینت سے آراستہ ہے دونوں کی فصول کے جامع، اور ہم سب پر ان کے ساتھ ان کے صدقہ میں ان کے طفیل اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان سن لے قبول کر۔

صفة الكتاب

أما بعد فهذه بحمد الله ÷ ورفد الله ÷ وعون الله ÷ وصون الله ÷ تبارك تعالي ÷ وبارك الله ÷ ماشاء الله ÷ لاقوة
الابالله ÷ وحسبنا الله ونعم الوكيل ÷ نعم البولي ونعم النصير ÷ جنات عالية ÷ قطوفها دانية ÷ فيها
سرر مرفوعة ÷ واكواب موضوعة ÷ ونبارق مصفوفة ÷ وزراي ميثوثة ÷ من مسائل الدين الحنيفي ÷ والفقه
الحنفي ÷ تجد فيها ان شاء الله عينا جارية من عيون تحقيقات السلف الكرام ÷ مع رفرف خضر وعبقري
حسان من تهيدات الخلف الاعلام ÷ وعرائس نفائس كانهن الياقوت والبرجان ÷ لم يطبهن قبلى انس
ولاجان ÷ من احكام حوادث جديدة ÷ وتحقيقات مديدة ÷ وتنقيحات سديدة ÷ وتدقيقات مجيدة ÷
وتوثيقات فريدة ÷ واحكام الأحكام ÷ والنقض والابرام ÷ مبالهني الملك العلام ÷ ببركة خدمة علوم
الاعلام ÷ مع الوف التبري ÷ من حولي وقدرى ÷ وصنوف الالتجاء الى الحول العظيم ÷ والطول القديم ÷ والف
الف شهادة ان لا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم ÷ وما ابرئ نفسي ان النفس لكثيرة الخطا ÷ الى الزلة والخطا ÷
فكيف مثلى ÷ في ظلي وجهلي ÷ وقلة الطاعة ÷ وذلة البضاعة ÷ وكثرة الذنوب ÷ وسورة العيوب ÷ ولكن الله
يفعل ما يريد ÷ فضله اوسع ولديه المزيد ليس على الله بسنتكر ÷ ان يلحق العاجز بالقادر ÷ فما كان فيها من
الصواب ÷ وهو الرجاء من الوهاب ÷ فمن ربّي وحده وانا احده عليه ÷ وما كان فيها من الخطا فبني ومن
الشیطان وانا اعوذ بربي واعود اليه ÷ ألا وأنا احد رصا لربي ÷ وهو حسبي ÷ ان لم يخطر ببالي قط اني من العلباء ÷
اوز مرة الفقهاء ÷ او ان لي بجنب الائمة مقالا ÷ اوفى الحكم والحكم معهم مجالا ÷ وانما انا منتهم اليهم ÷ متطفل
عليهم ÷ فعنهم اخذ ومنهم استفيض ÷ ومنهم يفيض على ما يفيض ÷ فببركة هذا فتح البولي على الابواب ÷
ويسر الاسباب وهدى للصواب ÷ ان شاء الله في كل باب ÷ وانا اعرف حيث يحل للمقدان يقول اقول ÷ ففى
ميدانى اجول ÷ واليه احول ÷ وما عونى وصونى الابالله ثم بالرسول ÷ ثم بالسادة القادة الفحول ÷ عليه وعليهم
صلوات لاتزول ÷ فهناك بحمد الله تعالي جنات لاولى الاباب ÷ مفتحة لهم الابواب ÷ حتى اذا جاؤها وفتحت
ابوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم طبتم فادخلوها امنين ÷ ومن كرام كروم رياضها مجتئين ÷ ومن بلال
رلال حياضها مرتوين ÷ وفي ظلال جلال غياضها ساكنين ÷ فقد رتبت على الكتب والابواب ÷ فسهل التناول
وحق التداول بين الاصحاب ÷ وستراها محذوفة الكترار ÷ محفوظة الذمار ÷ عن الاكثار والاكبار ÷ بنقل
فتاوى بنى الاعصار ÷ بل ماهى من فتاوى الفقير ÷ الا النصف اوازيد ييسير ÷ او قلت الثلث والثلث كثير ÷
وذلك ان سيدى وابى ÷ وظل رحمة ربّي ÷ ختام المحققين و امام البدققين ÷ ماحى الفتن ÷ وحامى السنن ÷

سيدنا ومولينا البولوى محمد نقى على خان القادرى البركاتى ÷ امطر الله تعالى على مرقداه الكريم شاييب رضوانه فى الحاضر والاتى ÷ اقامنى فى الافتاء للرابع عشر ÷ من شعبان الخير والبشر ÷ ١٢١٢ هـ ست وثمانين والف ومائتين ÷ من هجرة سيد الثقيلين ÷ عليه وعلى اله الصلوات من رب البشرقين ÷ ولم تتم لى اذا ذاك اربعة عشر عا مامن العبر ÷ لان ولادى عاشر شوال ١٢١٢ هـ اثنتين وسبعين من سنى الهجرة الاطائب الغر ÷ فجعلت أفتى ÷ ويهدىنى قدس سرا فيما أخطى ÷ فبعد سبع سنين اذن لى ÷ عطر الله تعالى مرقداه النقى العلى ÷ ان أفتى واعطى ولا اعرض عليه ÷ ولكن لم اجترئ بذلك حتى قبضه الرحمن اليه ÷ سلخ ذى القعدة عام سبع وتسعين ١٢١٢ هـ فلم الق بالى الى جمع ما فتيت فى تلك السنين ÷ نحو اثنتى عشرة سنة ÷ قرنا كاملا فى الازمنة ÷ وبعد ذلك ان اتى السؤال من بلاد قريية دانية ÷ ومالك بعيدة قاصية ÷ عشر مرات فصاعدا ÷ لم اثبت فى الكتاب الاجواب واحدا ÷ الالفائدة ÷ او عائدة زائدة ÷ او طرؤ نسيان ÷ وقلبا يسلم منه انسان ÷ ومع فوات الكثيرة وروم الاختصار ÷ قد بلغت الى الان سبع مجلدات كبار ÷ كل مجلد ما بين سبعين ÷ كتر اسما كبيرا الى ثمانين ÷ والان هى فى ازدياد ÷ الى ما يشاء الكريم الجواد فاستثقل الاحباب حجم المجلدات وجزوها على اثنى عشر ÷ وما يوزق البولوى من بعد ذلك فسيكون ذيل بعونه الاكبر ÷ وسبيتها بالعطايا النبوية ÷ فى الفتاوى الرضية ÷ جعلها الله ÷ وسيلة لرضا ÷ ونافعة فى الدارين لى ولعبادة ÷ وجودا جادا على جميع بلاد ÷ واهب واهب البراد قبول القبول ÷ عليها وصانها من كل لدود جهول ÷ فقد عذت برب الفلق ÷ من شر ما خلق ÷ ومن شر حاسد اذا حسد ÷ ومن شر حاقدا اذا حقد ÷ اللهم من استعاذ بك فقد استعاذ بعظيم ÷ عز جارك وجل ثناؤ وجهك الكريم ÷ صل وسلم وبارك على هذا الحبيب الرؤوف الرحيم ÷ وعلى اله وصحبه واوليائه وعلماؤه بالوف التكريم ÷ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ÷ واشهد ان سيدنا ومولينا محمدا عبدا ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله ÷ صلى الله عليه وسلم عليه ÷ وعلى كل من هو مرضى لديه ÷ وعلى كل مسلم ملتجى اليه ÷ فى كل ان دائما ابدا ÷ ما لا يحصيه احد عددا امين -

ترجمہ: (صفة الكتاب)

بعد ازاں یہ اللہ کی حمد اللہ کی عطا اللہ کی مدد اللہ کی حفاظت سے (بڑی برکت والا ہے اللہ، اور برکت دے اللہ، جو چاہے اللہ، قوت نہیں مگر منجانب اللہ، ہمیں اللہ کافی ہے اور اچھا کام بنانے والا، کیا اچھا مولا اور کیا اچھا مددگار) بلند باغ ہیں جن کے انگوروں کے گچھے بوجھ کے سبب جھک کر نزدیک آگئے ہیں ان میں بلند تخت ہیں، اور رکھے ہوئے کوزے، اور قالینوں کی قطاریں، اور جاجبار کھی ہوئی مسندیں دین ابراہیمی اور فقہ حنفی کے مسائل سے، اللہ چاہے تو اس میں بہتا چشمہ پائے گا اگلے کریموں کی عمدہ تحقیقات سے، اور ان کے ساتھ سبز غالیچے، اور منقش رنگین خوب صورت فرش پچھلے مشاہیر کی آرائشوں سے، اور ستھری ڈلہنیں گویا وہ یا قوت و مرجان ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہ لگایا، نوپیدا چیزوں کے احکام، اور مفصل تحقیقوں، اور صحیح تفتیحوں، اور شاندار تدریقوں، اور یکتا تائیدوں، اور احکام کی مضبوطیوں، اور اعتراضوں جو ابوں سے جو بڑے علم والے بادشاہ نے مجھے الہام کیے علوم اکابر کی خداگاری کی برکت سے، یہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کے ساتھ ہزاروں بیزاریاں ہیں اپنی قوت و طاقت سے، اور قسم قسم کی التجائیں ہیں عظمت والی قوت اور ازلی فضل و منت کی طرف، اور ہزار ہزار گواہیاں کہ قوت و قدرت نہیں مگر اللہ غالب والے کی عطا سے اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بیشک نفس لغزش و خطا کی طرف بکثرت گامزن ہوتا ہے تو اس کا کیا پوچھنا جو مجھ جیسا ہو میرے ظلم و جہل و کمی طاعت و خواری مایہ و کثرت گناہ، اور غلبہ عیوب میں مگر ہے یہ کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اس کا فضل بڑی گنجائش والا اور اس کے پاس زیادہ ہے، اللہ سے کچھ دور نہیں کہ عاجز کو قادر سے ملادے، تو جو کچھ ان میں ٹھیک ہے (اور بڑے بخشنے والے سے اسی کی امید ہے) وہ صرف میرے رب کی طرف سے ہے اور میں اس پر اس کی حمد کرتا ہوں اور جو غلطی ہو وہ مجھ سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اور میں اپنے رب کی پناہ مانگتا اور اس کی طرف رجوع لاتا ہوں ہاں میں اپنے رب کی رضا کے لئے اس کی حمد کرتا ہوں (اور وہ مجھے کافی ہے) کہ کبھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہاء کے گروہ سے ہوں یا اماموں کے مقابل مجھے کوئی لفظ کہنا پہنچتا ہے یا حکم و حکمت شرع میں مجھے ان کے ساتھ کچھ مجال ہے میں تو ان کا نام لیوا ہوں اور ان کا طفیلی، انہیں سے لیتا اور فائدے پاتا ہوں مجھ پر جو فیض آتا ہے انہیں سے آتا ہے۔ اس کی برکت سے مولانا نے مجھ پر دروازے کھول دیئے اور اسباب آسان کیے اور خدا چاہے تو ہر مسئلہ میں حق کی طرف ہدایت فرمائے اور میں پہچانتا ہوں کہ مقلد کو کس جگہ اقوال کہنا روا ہے تو میں اپنے ہی میدان میں جو لان کرتا اور اسی کی طرف پھرتا ہوں اور میری مدد اور میری حفاظت نہیں مگر اللہ سے پھر نبی سے پھر ہمارے اماموں سرداروں مردان میدان علم سے، نبی پر اور ان پر وہ درودیں کہ کبھی زائل نہ ہوں تو تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ وہ بہشتیں لے جن کے دروازے عقل والوں کے لئے کشادہ ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان تک آئے اور ان کے دروازے کھولے گئے اور ان سے ان بہشتوں کے خزانچیوں نے کہا تم

پر سلامتی تم خوش رہو ان جنتوں میں آؤ امن پاتے، اور ان کے بانگوں کے معزز انگور چُٹتے، اور ان کے حوضوں کے نتھرے پانیوں سے سیراب ہوتے، اور ان کے گنجان درختوں کے سایہ عزت میں راحت لیتے اس وقت اُن اربابِ دانش کی خوشی بیان سے باہر ہے، بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ فقہ کی کتابوں اور بابوں پر مرتب کر دیئے گئے ہیں تو ان سے مسئلہ نکالنا آسان اور احباب میں ان کا دست بدست دورہ رکھنا سزاوار ہوا، اور عنقریب تو انھیں دیکھے گا کہ مکرر فتوے ان میں نہیں اُن کی حریم اس سے محفوظ رکھی گئی ہے کہ اور اہل زمانہ کے فتوے نقل کر کے گنتی اور کتاب کا حجم بڑھائیں بلکہ اُن میں خود میرے ہی فتوے پورے درج نہ ہو پائے آدھے ہوں گے یا کچھ زیادہ یا تہائی کم ہو گئے اور تہائی بہت ہوتی ہے، اور اُس کا سبب یہ ہے کہ میرے آقا اور والد سایہ رحمت الہی، خاتمہ محققین، امام مدققین، فتنوں کے مٹانے والے، سنتوں کی حمایت فرمانے والے، ہمارے سردار و مولیٰ حضرت مولوی محمد نقی علیچان صاحب قادری برکاتی نے (کہ اللہ عزوجل اُن کے مرقد کریم پر اب سے ہمیشہ تک اپنی رضا کے مینہ برسائے) مجھے چار دہم شعبان خیر و بشارت کو فتوے لکھنے پر مامور فرمایا جب کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ۲۸۶ھ سال تھے اور اس وقت میری عمر کے چودہ برس پورے نہ ہوتے تھے کہ میری پیدائش ہجرت کے پاکیزہ روشن برسوں سے دہم شوال ۱۲۷۲ھ میں ہے تو میں نے فتوے دینا شروع کیا اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے اللہ عزوجل اُن کے مرقد پاکیزہ بلند کو معطر فرمائے، سات برس کے بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتوے لکھو اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں، مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمن عزوجل نے حضرت والا کو سلخ ذی القعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلا لیا تو ان برسوں میں جو فتوے تقریباً ایک قرن کامل یعنی بارہ سال تک لکھے اُن کے جمع کرنے کا خیال نہ آیا اور اُس کے بعد پاس پاس کے شہروں اور دُور دراز کے ملکوں سے اگر سوال دس یا زیادہ بار آیا تو کتاب میں ایک ہی بار کا جواب درج کیا مگر کسی فائدے یا زیادہ نفع کے لئے یا بھول کر کہ آدمی بھول سے کم خالی ہوتا ہے، اور باآنکہ اتنے کثیر فتاویٰ جاتے رہے اور باقیوں میں اس قدر اختصار منظور رہا اب تک میرے فتاویٰ سات مجلد کبیر تک پہنچ گئے ہر جلد چودہ سو صفحہ کلاں سے سولہ سو کے اندر تک اور ہنوز جہاں تک وہ جُود و کرم والا چاہے افزائش ہی ہے، پس احباب نے مجلدات کا حجم بھاری دیکھ کر فتاویٰ کو بارہ جلدوں پر تقسیم کیا اور جو کچھ مولانا تعالیٰ اس کے بعد عطا فرمائے گا وہ اس کی مدد اکبر سے عنقریب ذیل فتاویٰ ہو جائے گا اور میں نے اس کا نام العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ رکھا اللہ اسے اپنی رضا کا وسیلہ بنائے اور دونوں جہان میں مجھے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے اور اسے اپنے سب شہروں پر نفع رسانی کے لئے برسنے والے عظیم باران بنائے، مرادیں دینے والا، اس پر قبول کی نسیم چلائے اور ہر سخت جاہل جھگڑالو سے اسے بچائے، اس لئے کہ میں پروردگار صبح کی پناہ میں آیا اس کی تمام مخلوقات کے شر سے حاسد کی برائی سے جب وہ حسد کرے اور کینہ پرور کے ضرر سے جب وہ کینہ رکھے، اے اللہ! جس نے تیری پناہ لی

اُس نے بڑی عظمت والے کی پناہ لی، عزت والا وہ ہے جسے تو پناہ بخشے تیرے وجہ کریم کی تعریف کمال بزرگ ہے اس رافت و رحمت والے پیارے پر درود و سلام و برکت اتار اور ان کے آل و اصحاب اور ان کے اولیاء و علماء پر ہزاروں تعظیم کے ساتھ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ایک اکیلا کوئی اس کا سا جہی نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے مالک ہمارے مولیٰ محمد اس کے بندے اُس کے رسول ہیں کہ اس نے انہیں رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام نازل فرمائے اور اُن سب پر جو اُن کو پسند ہیں اور ہر اس مسلمان پر جو اُن کی طرف التجا لے جائے ہر آن ہمیشہ ہمیشہ اتنی کہ کوئی گن نہ سکے الہی قبول فرما۔

فتاویٰ میں مصنفین اور کتب سے متعلق بعض رموز

ح ___ علامہ حلبی	دُر ___ الدر المختار
ش ___ علامہ شامی	دُرر ___ الدرر والغرر
ط ___ علامہ طحاوی	غنیة ___ غنیة المستملی
محقق ___ علامہ محقق علی الاطلاق ابن ہمام	فتح ___ فتح القدير
بحر ___ بحر الرائق	نہر ___ نہر الفائق
حلیہ ___ حلیة المجلی	ہندیہ ___ فتاویٰ عالمگیری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أجلَى الإعلام أن الفتوى مُطلقاً على قول الإمام

١٣٣٢ هـ

(روشن تر آگاہی کہ فتویٰ قولِ امام پر ہے)

مکتبہ نور الہدی (رجسٹرڈ)

اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

Contents

2.....(روشن تر آگاہی کہ فتویٰ قول امام پر ہے)

رسالہ

اجلی الاعلام ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام ۱۳۳۲ھ

(روشن ترگا ہی کہ فتویٰ قول امام پر ہے)

ف

بسم الله الرحمن الرحيم

<p>ہر ستائش خدا کے لئے جو دینِ حنفی پر نہایت مہربان ہے، جس نے ہمیں ایسے ائمہ سے قوت دی جو خود و سنا والے بے نیاز رب کے اذن سے کجی درست کرنے والے اور ہمیشہ مدد پہنچانے والے ہیں، اور ان کے درمیان ہمارے امام اعظم کو یوں رکھا جیسے جسم میں قلب کو رکھا، اور درود و سلام ہو معزز رسولوں کے امام اعظم پر جن کا یہ</p>	<p>الحمد لله الحنفی، علی دینہ الحنفی، الذی ایدنا بأئمة یقیمون الاود، ویدیمون المدد، بأذن الجواد الصمد، وجعل من بینہم امامنا الاعظم كالقلب فی الجسد، والصلوة والسلام علی الامام الاعظم للرسول الکرام الذی</p>
---	--

ف : رسالہ جلیلہ اس امر کی تحقیق عظیم میں کہ فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ خلاف پر فتویٰ دیا گیا ہو، اختلاف زمانہ ضرورت و تعامل وغیرہا جن وجوہ سے قول دیگر پر فتویٰ مانا جاتا ہے وہ درحقیقت قول امام ہی ہوتا ہے۔

<p>ارشاد گرامی بجا طور پر ہمیں ملا، کہ اپنے قلب سے فتویٰ دریافت کراگرچہ مفتیوں کا فتویٰ تجھے مل چکا ہے۔ اور (درود و سلام ہو) ان رسولوں پر یوں ہی سرکار کے آل و اصحاب و جماعت پر اور حضرات رسل کے</p>	<p>جاء نا حقا من قوله البأمون. استفت قلبك وان افتاك المفتون، وعليهم وعلى آله وأهله وصحبه وصحبهم وفتامه و</p>
--	--

پہلے امام اعظم کو قلب کی طرح قرار دیا پھر یہ حدیث ذکر کی "اپنے قلب سے فتویٰ طلب کراگرچہ مفتیوں کا فتویٰ تجھے مل چکا ہو" اس میں کیا ہی عمدہ براعت استتلال ہے (یعنی یہ اشارہ ہو جاتا ہے کہ قلب امام اعظم کا فتویٰ راجح ہوگا اگرچہ دوسرے فتوے اس کے برخلاف ہوں حدیث مذکور امام احمد نے مسند میں اور امام بخاری نے تاریخ میں وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کی ہے اس کے الفاظ میں "استفتت نفسك" ہے یعنی خود اپنی ذات سے فتویٰ طلب کر اور امام احمد نے بسند صحیح ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت کی ہے نیکی وہ ہے جس میں نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان ملے اور گناہ وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان نہ ہو اگرچہ فتویٰ دینے والے (اس کی درستی کا (فتویٰ دے دیں) (ت)

عہ: جعل الامام الاعظم كالقلب ثم ذكر هذا الحديث (استفتت قلبك وان افتاك المفتون، فأكرم به من براعة استتلال، والحديث رواه الامام¹ احد والبخاری فی تاریخه عن وابصه بن معبد الجهني رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن بلفظ استفتت نفسك² وروی احمد بسند صحیح عن ابی ثعلبة الخشني رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البر ما سكنت اليه النفس واطمان اليه القلب والاثم ما لم تسكن اليه النفس ولم يطمئن اليه القلب وان افتاك المفتون³ ۱ ھ منه غفرله۔

¹ مسند احمد بن حنبل عن وابصه بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ المكتب الاسلامی بیروت ۲۸۸ / ۳

(اتحاف السادة المتقين الباب الثاني دار الفكر بیروت ۱۶۰ / ۱)

² التاريخ البخاری ترجمہ ۴۳۲ محمد ابو عبد اللہ الاسدی دار البازيعة المکرمة ۱۴۵ / ۱، الجامع الصغير حدیث ۹۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۶ / ۱)

³ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ثعلبة الخشني المكتب الاسلامی بیروت ۱۹۳ / ۳

<p>آل واصحاب وجماعت پر اور حضرات رسل کے آل واصحاب اور جماعت پر بھی اس روز تک جبکہ ہر گروہ کو اس کے امام و پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا الہی! قبول فرما، آپ کو معلوم ہو، خدا مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے، اور اپنے فضل سے مجھے اور آپ کو راہ راست پر چلائے، کہ علامہ محقق صاحب بحر الرائق نے البحر الرائق کتاب القضاء کے شروع میں پہلے یہ دو تصحیحیں ذکر کیں (۱) تصحیح سراجیہ، مفتی کو مطلقاً قول امام پر فتویٰ دینا ہے۔ (۲) تصحیح حاوی قدسی اگر امام اعظم ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو قوت دلیل کا اعتبار ہوگا، اس کے بعد وہ یوں رقم طراز ہیں: اگر یہ سوال ہو کہ مشائخ کو یہ جواز کیسے ملا کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہوتے ہوئے ان کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر فتویٰ دیں؟ تو میں کہوں گا کہ یہ اشکال عرصہ دراز تک مجھے درپیش رہا اور اس کا کوئی جواب نظر نہ آیا، مگر اس وقت ان حضرات کے کلام سے اس اشکال کا یہ حل سمجھ میں آیا کہ حضرات مشائخ نے ہمارے اصحاب سے یہ ارشاد نقل</p>	<p>فتا مہم، الی یوم یدعی کل اناس بامامہم، امین اعلم رحمۃ اللہ تعالیٰ وایاک، وتولی بفضله ہدای و ہداک، انہ قال العلامة المحقق البحر فی صدر قضاء البحر بعد ما ذکر تصحیح السراجیة ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق⁴ وتصحیح حاوی القدسی، اذا کان الامام فی جانب و ہما فی جانب ان الاعتبار لقوة المدرك⁵ مانصہ فان قلت کیف جاز للمشاخ الافتاء بغیر قول الامام الاعظم مع انہم مقلدون قلت قد اشکل علی ذلك مدة طويلة ولم ارفیہ جواباً الاما فہنتہ الان من کلامہم و هو انہم نقلوا عن اصحابنا^۶ انہ لایحل</p>
--	--

یہاں خیر الدین رملی اعتراض فرماتے ہیں کہ یہ بات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اور کلام بحر سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات حضرات مشائخ سے مروی ہے جیسا کہ اس کے سیاق (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: قال الرملی هذا مروی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکلامہ ہنا موہم ان ذلك مروی عن المشائخ کہا ہو

⁴ بحر الرائق کتاب القضاء، فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

⁵ بحر الرائق کتاب القضاء، فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

لاحد ان یفتی بقولنا حتی	فرمایا ہے کہ کسی کے لئے ہمارے قول پر فتویٰ
-------------------------	--

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظاہر من سیاقہ ^۶ اہ اقول: ای فہ حرف فی کلامہ
یوہم روایتہ عن المشائخ وای سیاق یظہرہ انما
جعل خلاف المشائخ لانہم منہیون عن الافتاء
بقول الاصحاب مالک یعرفوا دلیلہ فہم منہیون
لانا ہون اما الاصحاب فہم نعم روی عنہم کما روی
عن الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی مناقب الامام
للامام الکردری عن عاصم بن یوسف لم یر مجلس
انبل من مجلس الامام وکان انبل اصحابہ اربعۃ
زفرو ابو یوسف وعافیۃ واسد بن عمرو وقالوا لا
یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من

سے ظاہر ہے
اقول: میں کہتا ہوں کلام بحر کے کس حرف سے یہ وہم پیدا ہوتا
ہے اور کس سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قول حضرات مشائخ سے
مروی ہے؟ بحر نے تو بس یہ بتایا ہے کہ مخالفت مشائخ کی وجہ یہ
ہے کہ انہیں معرفت دلیل کے بغیر قول اصحاب پر فتویٰ دینے سے
ممانعت تھی جس سے معلوم ہوا کہ مشائخ اس کام سے ممنوع تھے
نہ یہ کہ وہ خود مانع تھے اب رہی یہ بات کہ قول مذکور نہ صرف
امام اعظم بلکہ ان کے اصحاب سے بھی منقول ہے تو ہاں واقعہ یہی
ہے حضرات اصحاب سے بھی اسی طرح منقول ہے جیسے حضرت
امام سے منقول ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام کردری کی تصنیف
مناقب امام اعظم میں عاصم بن یوسف سے یہ روایت ہے کہ امام
اعظم کی مجلس سے زیادہ معزز کوئی مجلس دیکھنے میں نہ آئی، اور ان
کے اصحاب میں زیادہ معزز و بزرگ چار حضرات تھے (۱) زفر (۲)
ابو یوسف (۳) عافیہ (۴) اسد بن عمرو (باقی بر صفحہ آئندہ)

ف۱: تطفل على العلامة الرملة والشامی

ف۲: تطفل علیہما

^۶ منحة الخالق علی بحر الرائق فصل بجوز تقلید من شاء ان یفتی کما سید کمینی کراچی ۲۶۹/۶

<p>دینا روا نہیں جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ ہمارا ماخذ اور ہمارے قول کی دلیل کیا ہے، یہاں تک کہ سراجیہ میں منقول ہے کہ اسی وجہ سے شیخ عصام سے امام اعظم کی مخالفت عمل میں آئی، ایسا بہت ہوتا کہ وہ قول امام کے برخلاف فتویٰ دیتے کیونکہ انہیں دلیل امام معلوم نہ ہوتی اور دوسرے کی دلیل ان کے سامنے ظاہر ہوتی تو اسی پر فتویٰ دیتے، (صاحب بحر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ شرط حضرات مشائخ کے زمانے میں تھی لیکن ہمارے زمانے میں بس یہی کافی ہے کہ ہمیں امام کے اقوال حفظ ہوں جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے</p>	<p>یعلم من این قلنا حتی نقل فی السراجیة ان هذا سبب مخالفة عصام للامام وكان یفتی بخلاف قوله كثيرا لانه لم یعلم الدلیل وكان یظهر له دلیل غیره فیفتی به، فأقول ان هذا الشرط كان فی زمانهم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ كما فی القنیہ وغیرها فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب</p>
--	---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان حضرات نے فرمایا: کسی کے لئے ہمارے قول پر فتویٰ دینا اس وقت تک روا نہیں جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے، نہ ہی اس کے لئے یہ روا ہے کہ ہم سے کوئی ایسی بات روایت کرے جو ہم سے سنی نہ ہو اسی کتاب میں ابن جبلة کا یہ بیان مروی ہے کہ میں نے امام محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کے لئے ہماری کتابوں سے روایت کرنا روا نہیں مگر وہ جو خود اس نے سنا ہو یا وہ جو ہماری طرح علم رکھتا ہو ۱۲ منہ (ت)

این قلنا ولا ان یروی عنا شیئا لم یسعه منا⁷
وفیها عن ابن جبلة سمعت محمدا یقول لایحل
لاحد ان یروی عن کتبنا الا ما سعه او یعلم مثل
علمنا⁸ منہ غفر له۔ (م)

⁷ المناقب الکروری ذکر عافیة بن یزید الاودی الکوفی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۲ / ۲۱۴

⁸ المناقب الکروری اقوال الامام الشافعی فی تعظیم الامام محمد بن الحسن مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۲ / ۱۵۲

وان لم نعلم من این قال وعلی هذا فما صححه في
 الحاوی مبنی علی ذلك الشرط وقد صححو ان
 الافتاء بقول الامام فينتج من هذا انه يجب
 علينا الافتاء بقول الامام وان افقی المشائخ
 بخلافه لانهم انما افتوا بخلافه لفقد شرطه في
 حقهم وهو الوقوف علی دلیلہ واما نحن قلنا
 الافتاء وان لم نقف علی دلیلہ، وقد وقع للمحقق
 ابن الهمام في مواضع الرد علی المشائخ في الافتاء
 بقولهما بانہ لا يعدل عن قوله الا لضعف دلیلہ
 وهو قوی في وقت العشاء لكونه الاحوط وفي تكبير
 التشریق في آخر وقته الى آخرها ذكره في فتح
 القدير ولكن هو اهل للنظر في الدلیل ومن ليس
 بأهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام
 والمراد بالاهلية هنا ان

تو اب اگرچہ ہمیں قول امام کی دلیل معلوم نہ ہو، قول امام پر
 فتویٰ دینا جائز بلکہ واجب ہے اس تفصیل کے پیش نظر تصحیح
 حاوی کی بنیاد وہی شرط ہے جو حضرات مشائخ کے لئے اس
 زمانے میں تھی اور اب علماء نے اسی کو صحیح قرار دیا کہ قول
 امام پر ہی فتویٰ ہوگا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم پر یہی
 لازم ہے کہ قول امام پر فتویٰ دیں اگرچہ مشائخ اس کے پر
 خلاف فتویٰ دے چکے ہوں اس لئے کہ اس کے خلاف افتائے
 مشائخ کی وجہ یہ ہے کہ خود قول امام پر فتویٰ دینے کے لئے
 اس کی دلیل سے باخبر ہونے کی جو شرط ان کے حق میں تھی
 وہ مفقود تھی (وہ اس کی دلیل سے باخبر نہ ہو سکے اس لئے
 اس پر فتویٰ نہ دے سکے) اور ہمارے لئے یہ شرط نہیں، ہمیں
 قول امام پر ہی فتویٰ دینا ہے اگرچہ اسکی دلیل سے آگاہی نہ
 ہو، اور محقق ابن ہمام نے تو متعدد جگہ قول صاحبین پر فتویٰ
 دینے سے متعلق مشائخ پر رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قول
 امام سے بجز اس کے اس کی دلیل ضعیف ہو انحراف نہ ہوگا
 اور وقت عشا سے متعلق قول امام کی دلیل قوی ہے اس لئے
 کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ اسی طرح تکبیر تشریق کے
 آخری وقت کی تعیین میں بھی قوت دلیل اس طرف ہے
 اس کے آگے فتح القدير میں مزید بھی ہے لیکن امام ابن الہمام
 کو دلیل میں نظر و فکر کی اہلیت حاصل تھی، جو دلیل میں
 نظر کی اہلیت نہیں

<p>رکھتا اس پر تو یہی لازم ہے کہ قول امام پر فتویٰ دے۔ یہاں اہلیت کا مطلب یہ ہے کہ اقوال کی معرفت اور ان کے مراتب میں امتیاز کی لیاقت کے ساتھ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی قدرت حاصل ہو۔ اہ اس کلام بحر پر علامہ شامی نے شرح عقود میں یوں تنقید کی ہے اس کلام کی بے نظمی ناظرین پر مخفی نہیں۔ اسی لئے اس کے محشی خیر الدین رملی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ایک طرف ان کا کہنا یہ ہے کہ "ہمیں قول امام پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ اس قول کی دلیل اور ماخذ ہمارے علم میں نہ ہو" دوسری طرف امام کا ارشاد یہ ہے کہ "کسی کے لئے ہمارے قول پر فتویٰ دینا حلال نہیں جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ ہم نے کہاں سے کہا۔" یہ دونوں میں تضاد ہے اس لئے کہ قول امام سے صراحت واضح ہے کہ اہلیت اجتہاد کے بغیر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ پھر اس سے اس شرط کے بغیر وجوب افتاء پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر اہل اجتہاد سے جو حکم صادر ہوتا ہے وہ حقیقۃً افتاء نہیں، وہ تو امام مجتہد سے صرف اس بات کی نقل و حکایت ہے کہ وہ اس حکم کے قائل ہیں جب حقیقت یہ ہے تو غیر امام کے قول کی نقل و حکایت بھی جائز ہے پھر ہم پر یہ واجب کیسے رہا کہ قول امام ہی پر</p>	<p>یکون عارفاً مبیذاً بین الاقوال لہ قدرۃ علی ترجیح بعضها علی بعض^۹ ھ وتعقبہ العلامة ش فی شرح عقودہ بقولہ لایخفی علیک ما فی هذا الکلام من عدم الانتظام ولہذا اعترضہ محشیہ الخیر الرملی بان قولہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان لم نعلم من این قال مضاد لقول الامام لایحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا اذہو صریح فی عدم جواز الافتاء بغیر اہل الاجتہاد فکیف یستدل بہ علی وجوبہ فنقول ما یدر من غیر الاہل لیس بافتاء حقیقۃ وانما ہو حکایۃ عن المجتہد انہ قائل بكذا واعتبار هذا الملحظ تجوز حکایۃ قول غیر الامام فکیف یجب علینا الافتاء بقول الامام وان</p>
--	---

^۹ بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ۲۶۹/۲ و ۲۷۵

فتویٰ میں اگرچہ مشائخ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہو، حالانکہ کہ ہم تو صرف فتوایٰ مشائخ کے ناقل ہیں اور کچھ نہیں یہاں تا مل کی ضرورت ہے، انتہی، (کلام رملی ختم ہوا) علامہ شامی فرماتے ہیں: اس کی توضیح یہ ہے کہ مشائخ کو دلیل امام سے آگاہی حاصل ہوئی، انھیں علم ہوا کہ امام نے کہاں سے فرمایا، ساتھ ہی اصحاب امام کی دلیل سے بھی وہ آگاہ ہوئے، اس لیے وہ دلیل اصحاب کو دلیل امام پر ترجیح دیتے ہوئے فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے قول امام سے انحراف اس لیے اختیار فرمایا کہ انھیں ان کی دلیل کا علم نہ تھا۔ اس لیے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرات مشائخ نے دلائل قائم کر کے اپنی کتابیں بھر دی ہیں اس کے بعد بھی یہ لکھتے ہیں کہ فتویٰ مثلاً امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ نہ دلیل میں نظر کی اہلیت، نہ تائیس اصول و تخریج فروع کی شرائط کے حصول میں رتبہ مشائخ تک رسائی، تو ہمارے ذمہ یہی ہے کہ حضرات مشائخ کے اقوال نقل کر دیں اس لیے کہ یہی حضرات مذہب کے ایسے تابع ہیں جنہوں نے اپنے اجتہاد کی قوت سے مذہب کی تقریر و تحریر (اثبات و توضیح) کی ذمہ داری اٹھار کھی ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ قاسم کی عبارت جو ہم پہلے پیش کر آئے، وہ فرماتے ہیں: مجتہدین پیدا ہوتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے

افتی المشائخ بخلافه ونحن انما نحكي فتوى هم لا غير فليتأمل انتهي، (وتوضيحه) ان المشائخ اطلعوا على دليل الامام وعرفوا من اين قال واطلعوا على دليل اصحابه فيرجحون دليل اصحابه على دليله فيفتون به ولا يظن بهم انهم عدلوا عن قوله لجهلهم بدليله فاننا نرهم قد شحوا كتبهم بنصب الادلة ثم يقولون الفتوى على قول ابى يوسف مثلا وحيث لم نكن اهلا للنظر في الدليل ولم نصل الى رتبهم في حصول شرائط التفريغ والتأصيل فعلينا حكاية ما يقولونه لانهم هم اتباع المذهب الذين نصبوا انفسهم لتقريره وتحريره باجتهدهم (وانظر) الى ما قدمناه من قول العلامة قاسم ان المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف

<p>مقام اختلاف میں نظر فرما کر ترجیح و تصحیح کا کام سرانجام دیا تو ہمارے اوپر اسی کی بیروی اور اسی پر عمل لازم ہے جو راجح قرار پایا جیسے ان حضرات کے اپنی حیات میں فتویٰ دینے کی صورت میں ہوتا علامہ ابن شلبی کے فتاویٰ میں مرقوم ہے کہ: قاضی یا مفتی کو قول امام سے انحراف کی گنجائش نہیں مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ صراحت فرمائی ہو کہ فتویٰ امام کے سوا کسی اور کے قول پر ہے۔ تو قاضی کو امام کے سوا دوسرے کے قول پر کسی ایسے مسئلہ میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں جس میں دوسرے کے قول کو ترجیح نہ دی گئی ہو اور خود امام ابو حنیفہ کی دلیل کو دوسرے کی دلیل پر ترجیح ہو، اگر ایسے مسئلہ میں قاضی نے خلاف امام فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہو گا بے ثباتی کی وجہ سے آپ ہی ختم ہو جائے گا۔ انتہی کلام ابن شلبی اھ رسالہ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اسی طرح کی بات علامہ شامی نے رد المحتار کتاب القضاء میں ذکر کی ہے اور منہج الخالق حاشیۃ البحر الرائق میں مزید برآں یہ بھی لکھا ہے کہ: آپ دیکھتے ہیں کہ متون مذہب کے مصنفین بعض اوقات مذہب امام کے سوا کوئی اور اختیار کرتے ہیں اور جب مشائخ مذہب نے اس دلیل کے فقدان کی وجہ سے جو ان کے حق</p>	<p>ورجعوا و صححو الی ان قال فعلینا اتباع الراجع والعمل به کما لو افتوا فی حیاتهم (وفی) فتاویٰ العلامة ابن الشلبی لیس للقاضی ولا للمفتی العدول عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتویٰ علی قول غیرہ فلیس للقاضی ان یحکم بقول غیرا بن حنیفہ فی مسئلہ لم یرجح فیہا قول غیرہ ورجحوا فیہا دلیل ابن حنیفہ علی دلیلہ فان حکم فیہا فحکمہ غیر ماض لیس له غیر الا نتقاض انتہی¹⁰ اھ کلامہ فی الرسالۃ۔</p> <p>و ذکر نحوه فی رد المحتار من القضاء و زاد فی المعتمدۃ قد یشون علی غیر مذہب الامام و اذا افتی المشائخ بخلاف قوله لفقد الدلیل فی حقہم</p>
---	--

¹⁰ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

میں شرط ہے، قول امام کے خلاف فتویٰ دے دیا تو ہم ان ہی کا اتباع کریں گے اس لئے کہ انہیں زیادہ علم ہے یہ بات کیسے کہی جاتی ہے کہ ہمارے اوپر قول امام پر ہی فتویٰ دینا واجب ہے اس لئے کہ ہمارے حق میں (قول امام پر افتائی) شرط مفقود ہے، حالاں کہ یہ بھی اقرار ہے کہ وہ شرط مشائخ کے حق میں بھی مفقود ہے تو کیا یہ خیال ہے کہ ان حضرات نے کسی ناروا امر کا ارتکاب کیا؟ حاصل یہ کہ طبع سلیم کے لئے انصاف کی قابل قبول بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مفتی کا کام یہی ہے کہ مشائخ نے جو فتویٰ دیا ہے اسے نقل کر دے۔ اسی بات پر علامہ ابن شلبی اپنے فتاویٰ میں گام زن ہیں، وہ فرماتے ہیں، اصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کیا جائے اسی لئے مشائخ اکثر ان ہی کی دلیل کو ان کے مخالف کی دلیل پر ترجیح دیتے ہیں اور مخالف کے استدلال کا جواب بھی پیش کرتے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ عمل قول امام پر ہوگا اگرچہ ایسی جگہ حضرات مشائخ نے یہ صراحت نہ فرمائی ہو کہ فتویٰ قول امام پر ہے، اس لئے کہ ترجیح خود صراحتاً تصحیح کا حکم رکھتی ہے، کیونکہ مرجوع راجح کے مقابلے میں بے ثبات ہوتا ہے۔ جب معاملہ یہ ہے تو قاضی یا مفتی کو قول امام سے انحراف کی گنجائش نہیں مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے

فمن نحن نتبعهم اذ هم اعلم وكيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقر انه قد فقد الشرط ايضا في حق المشائخ فهل تراهم ارتكبوا منكرًا والحاصل ان الانصاف الذي يقبله الطبع السليم ان المفتي في زماننا ينقل ما اختاره المشائخ وهو الذي مشى عليه العلامة ابن الشلبی في فتاواه حيث قال الاصل ان العمل على قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ولذا ترجع المشائخ دليله في الاغلب على دليل من خالفه من اصحابه ويجيبون عما استدل به مخالفه وهذا امارة العمل بقوله وان لم يصرحوا بالفتوى عليه اذا التوجيع كصریح التصحيح لان المرجوع طائغ بمقابلته بالراجح وحينئذ فلا يعدل المفتي ولا القاضى عن قوله الا اذا صرح¹¹ الى آخر

¹¹ منحة الخالق على بحر الرائق كتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء ابيهم سعيد كيني كراچی ۲۶۹/۶

کسی نے یہ صراحت فرمائی ہو (آخر عبارت تک جو فتاویٰ ابن شلبی کے حوالے سے پہلے گزری) آگے علامہ شامی لکھتے ہیں، یہ ہی وہ ہے جس پر شرح تنویر کے شروع میں شیخ علاء الدین حصکفی بھی گام زن ہیں، وہ رقم طراز ہیں، لیکن ہم پر تو اسی کی پیروی لازم ہے جسے حضرات مشائخ نے رائج و صحیح قرار دیا جیسے وہ اپنی حیات میں اگر فتویٰ دیتے تو ہم اسی کی پیروی کرتے۔ اگر یہ سوال ہو کہ حضرات مشائخ کہیں متعدد اقوال بلا ترجیح نقل کر دیتے ہیں اور کبھی تصحیح کے معاملے میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں، ان مسائل میں ہم کیا کریں؟ تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ جیسے ان حضرات نے عمل کیا ویسے ہی ہمارا عمل ہوگا یعنی لوگوں کے حالات اور عرف کی تبدیلی کا اعتبار ہوگا، یوں ہی اس کا اعتبار ہوگا جس میں زیادہ آسانی اور فائدہ ہو یا جس پر لوگوں کا عمل درآمد نمایاں ہو یا جس کی دلیل قوی ہو، اور بزم وجود کبھی ایسے افراد سے خالی نہ ہوگی جو محض گمان سے نہیں بلکہ واقعی طور پر اقوال کے درمیان اتنی تمیز رکھنے والے ہوں گے اور جس میں تمیز کی لیاقت نہ ہو اس پر عہدہ برآ ہونے کے لئے یہ لازم ہے کہ صاحب تمیز کی جانب رجوع کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

اقول: یہ ایسی شکایت ہے جس کا

ما أمر، قال وهو الذي مشى عليه الشيخ علاء الدين الحصكفي ايضاً في صدر شرحه على التنوير حيث قال واما نحن فعليناً اتباع ما رجوه و صحوه كما افتوا في حياتهم فان قلت قد يحكون اقوالا بلا ترجيح وقد يختلفون في التصحيح قلت يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغير العرف واحوال الناس وما هو الارفق وما ظهر عليه التعامل وما قوی وجهه ولا يخلو الوجد ممن يميز هذا حقيقة لا ظناً وعلی من لم يميز ان يرجع لمن يميز لبراءة ذمته اه والله تعالی اعلم اه

12- اقول: وتلك شكاة

12 منحة الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجزء تقليد من شاء ابي سعيد كيني كراچی ۲۶۹/۶

<p>عار آپ سے دور ہے بیان حق کے لئے ہم پہلے چند مقامات پیش کرتے ہیں جن کے باعث حقیقت کے رخ سے پردہ اٹھ جائے گا۔</p> <p>مقدمہ اول: کسی قول کی نقل و حکایت اور کسی قول پر افتادوںوں ایک نہیں، ہم ایسے بہت سے اقوال بیان کرتے ہیں جو ہمارے مذہب سے باہر کے ہیں اور کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ ہم ان اقوال پر فتویٰ دے رہے ہیں افتا یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کر کے مسائل کو بتایا جائے کہ تمہاری مسؤلہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے۔ یہ کام کسی کے لئے بھی اس وقت تک حلال نہیں جب تک اسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہو جائے، ورنہ جزاف (انکل سے بتانا) اور شریعت پر افترا ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا (۱) کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۲) فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اذن دیا یا تم خدا پر افترا کرتے ہو۔ مقدمہ دوم: دلیل دو طرح کی ہوتی ہے (۱) تفصیلی اس سے آگاہی اہل نظر و</p>	<p>طاهر عنك عارها. ولنقدم لبيان الصواب مقدمات تكشف الحجاب الاولى - ليس حكاية قول افتاء به فاننا نحكي اقوالا خارجة عن المذهب ولا يتوهم احد اننا نفتي بها. انما الافتاء ان تعتمد على شيعي وتبين لسائلك ان هذا حكم الشرع في ما سألته وهذا لا يحل لاحد من دون ان يعرفه عن دليل شرعي والا كان جزافا وافتراء على الشرع ودخولا تحت قوله عز وجل ..تَقُوْ.....ن¹³. وقوله تعالىالله.....¹⁴ الثانية - الدليل على وجهين اما تفصيلي و معرفته خاصة باهل النظر</p>
--	---

۱: معنی الافتاء وانہ لیس حکایة محضة وانہ لایجوز الا عن دلیل

۲: الدلیل دلیلان تفصیلی خاص معرفتہ بالمجتهد واجمالی الابد منه حتی للمقلد

¹³ القرآن ۸۰/۲

¹⁴ القرآن ۵۹/۱۰

<p>اجتہاد کا خاص حصہ ہے دوسرے کو اگر کسی مسئلے میں دلیل مجتہد کا علم ہوتا بھی ہے تو تقلید ہوتا ہے، جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ہم نے اپنے رسالہ "الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی" میں بیان کیا (خدا نے چاہا تو یہ رسالہ بابرکت ثابت ہوگا) اس لئے کہ اس رسالہ میں جو منزلیں ہم نے بتائی ہیں انہیں طے کرنا سوائے مجتہد کے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اس میں سے کچھ تھوڑی سی مقدار کی جانب "عقود رسم المفتی" میں بھی اشارہ ہے اس میں یہ نقل کیا ہے کہ دلیل کی معرفت مجتہد ہی کو ہوتی ہے اس لئے کہ یہ اس امر کی معرفت پر موقوف ہے کہ دلیل ہر معارض سے محفوظ ہے اور یہ معرفت تمام دلائل کے استقراء اور چھان بین پر موقوف ہے جس پر بجز مجتہد کسی کو قدرت نہیں ہوتی، اور صرف اتنی واقفیت کہ فلاں مجتہد نے فلاں حکم فلاں دلیل سے اخذ کیا ہے تو اتنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اھ</p> <p>(۲) اجمالی، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ذکر والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں اور ارشاد ہے، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں، یہ اصحاب امر بر قول اصح حضرات علماء کرام</p>	<p>و الاجتہاد فان غیرہ وان علم دلیل المجتہد فی مسألة لا یعلمہ الا تقلیداً کما یظہر مابیننا فی رسالتنا المبارکة ان شاء اللہ تعالیٰ "الفضل الموهبی" فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی "فان قطع تلك المنازل التي بیننا فیہا لا یسکن الا لمجتہدو اشارالی بعض قلیل منہ فی عقود رسم المفتی اذ نقل فیہا ان معرفة الدلیل انما تكون للمجتہد لتوقفها علی معرفة سلامتہ من المعارض وهي متوقفة علی استقراء الادلة کلها و لا یقدر علی ذلك الا المجتہد اما مجرد معرفة ان المجتہد الفلانی اخذ حکم الفلانی من الدلیل الفلانی فلا فائدة فیہا¹⁵ اھ او اجمالی</p> <p>كقوله سبحانه أَهْلًا ۝۱۰۰۰ كُنْتُمْ ۝۱۶۰۰۰ وقوله تعالیٰ أَللَّهُ ۝۱۰۰۰ لَأْمُرٍ ۝۱۷۰۰۰ فَانْهَمِ الْعُلَمَاءُ عَلَی الاصح و</p>
---	--

¹⁵ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰

¹⁶ القرآن ۱۶/۴۳

¹⁷ القرآن ۴/۵۹

ف : رسالہ الفضل الموهبی فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جلد ۲ ص ۶۱ پر ملاحظہ ہو۔

<p>ہیں ، اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "جب انہیں معلوم نہ تھا تو پوچھا کیوں نہیں، عاجز کا علاج یہی ہے کہ سوال کرے۔" اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اپنے امام کے اقوال کو تسلیم و قبول کرنا تقلید شرعی نہیں، بس تقلید عرفی ہے اس لئے کہ دلیل تفصیلی کی ہمیں معرفت نہیں، اور تقلید حقیقی کی تو شریعت میں کوئی گنجائش ہی نہیں اور مذمت تقلید میں جو کچھ وارد ہے اس میں تقلید حقیقی ہی مراد ہے اہل جہالت و ضلالت عوام پر تلبیس کر کے اسے تقلید عرفی پر محمول کرتے ہیں جب کہ یہ ہر اس شخص پر فرض شرعی ہے جو رتبہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو۔ مدقق بہاری مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں تقلید یہ ہے کہ دوسرے کے قول پر بغیر کسی دلیل کے عمل ہو، جیسے عامی اور مجتہد کا اپنے جیسے سے اخذ کرنا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جانب یا اجماع کی جانب رجوع لانا تقلید نہیں اسی طرح عامی کا مفتی کی جانب اور قاضی کا گواہان عادل</p>	<p>وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الا سألوا اذ لم يعلموا فانما شفاء العي السؤال¹⁸ وعن — هذا نقول ان اخذنا باقوال امامنا ليس تقليدا شرعياً لكونه عن دليل شرعي انما هو تقليد عرفي لعدم معرفتنا بالدليل التفصيلي اما التقليد الحقيقي فلا مسأله في الشرع وهو المراد في كل ماورد في ذم التقليد والجهال الضلال يلبسون على العوام فيحملونه على التقليد العرفي الذي هو فرض شرعي على كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد۔ قال المدقق البهاري في مسلم الثبوت التقليد العمد بقول الغير من غير حجة كاخذ العامي والمجتهد من مثله فالرجوع الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم او الى الاجماع ليس منه وكذا العامي الى المفتي والقاضي الى العدول</p>
--	--

فـ: الفرق بين التقليد الشرعي المذموم والعرفي الواجب وبين ان اخذنا باقوال امامنا ليس تقليد في الشرع بل بحسب العرف وهو عمل بالدليل حقيقة وبيان تلبيس الوهابية في ذلك۔

¹⁸ سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب المجدور بتیم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۹

کی جانب رجوع، اس لئے کہ یہ ان دونوں پر نص نے واجب کیا ہے، لیکن عرف یہ ہے کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے، امام نے فرمایا اسی پر بیش تر اہل اصول ہیں۔ اھ

مولانا بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں اس کی شرح یوں کی ہے، (توسین کے درمیان متن کے الفاظ ہیں) تقلید، دوسرے کے قول پر عمل، بغیر کسی دلیل کے یہ عمل سے متعلق ہے اور دلیل سے مراد اولہ اربعہ (کتاب سنت، اجماع، قیاس) میں سے کوئی دلیل ہے، ورنہ مجتہد کا قول ہی اس کی دلیل اور حجت ہے (جیسے عامی کا اخذ کرنا) مجتہد سے (اور مجتہد کا اپنے مثل سے) اخذ کرنا (تو نبی علیہ وآلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام یا اجماع کی جانب رجوع تقلید نہیں) اس لئے کہ یہ تو دلیل کی جانب رجوع ہے، (اور اسی طرح عامی کا مفتی، اور قاضی کا گواہان عادل کی جانب) رجوع کرنا، کہ خود یہ رجوع تقلید نہیں اگرچہ بعد رجوع جو اخذ کیا اس پر عمل، تقلید ہے (کیونکہ یہ دونوں پر خود نص نے واجب کیا ہے) تو یہ ایک دلیل پر عمل ہے (لیکن عرف اس پر دلالت کرتی ہے) کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے کیونکہ وہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے (امام نے

لا یجاب النص ذلک علیہما لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتہد قال الامام وعلیہ معظم الاصولیین¹⁹ اھ

وشرحہ البولی بحر العلوم فی فواتح الرحموت ہکذا) (التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة) متعلق بالعلم والبراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتہد دلیلہ وحجة (کاخذ العامی) من المجتہد (و) اخذ (المجتہد من مثله فالرجوع الی النبی علیہ) وآلہ واصحابہ (الصلوٰۃ والسلام والی الاجماع لیس منہ) فانہ رجوع الی الدلیل (وکذا) رجوع (العامی الی المفتی والقاضی الی العدول) لیس هذا الرجوع نفسه تقلید وان کان العمل بما اخذ وابعده تقلیداً (لا یجاب النص ذلک علیہما) فهو عمل بحجة لا بقول الغیر فقط (لکن العرف) دل (علی ان العامی مقلد للمجتہد) بالرجوع الیہ (قال

¹⁹ مسلم الثبوت الاصل الرابع القیاس فصل فی التعریف التقلید الخ مطبع انصاری دہلی ۲۸۹

<p>فرمایا) امام الحرمین نے (اور اسی پر اکثر اہل اصول ہیں) اور یہی مشہور ہے جس پر اعتقاد ہے۔</p> <p>اقول: یہ شرح چند وجہوں سے محل نظر ہے: اولا: اخذ اور رجوع کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ رجوع اخذ ہی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ شریعت نے اخذ ہی کے لئے رجوع واجب کیا ہے اگر عامی اپنے امام سے پوچھے اور اس پر عمل نہ کرے تو عبث اور کھیل کرنے والا قرار پائے گا اور شریعت اس سے برتر ہے کہ عبث کا حکم فرمائے۔ تو رجوع اگر اس وجہ سے تقلید نہیں کہ وہ نص سے واجب ہے تو اخذ بھی ہر گز تقلید نہیں کیونکہ یہ بھی بعینہ اسی نص سے واجب ہے، ثانیا: پہلی آیت "فَسْأَلُوا^ط" نے رجوع وجواب کیا، اور دوسری "آ" نے اخذ واجب کیا، تو اخذ و رجوع کے حکم میں فرق بیکار ہوا،</p> <p>ثالثا: جب رجوع اور اخذ دونوں کا مال ایک ہے تو بر تفریر شارح متن کی ان دونوں عبارتوں میں تناقض لازم آئے گا (۱) عامی کا</p>	<p>الامام (امام الحرمین) وعلیہ معظم الاصولیین) وهوالمشتمرالمعتمدعلیہ²⁰ اه اقول: فیہ نظر من وجوه: فاولا^۱ لافرق فی الحکم بین الاخذ والرجوع حیث لا رجوع الا للاخذ اذ لم یوجبہ الشرع الا له ولو سأل العامی امامه ولم یعمل به کان عابثا متلا عبأوالشرع متعال عن الامر بالعبث فان لم یکن الرجوع تقلید الوجوبه بالنص لم یکن الاخذ ایضاً من التقلید قطعاً لوجوبه بعین النص. وثانیا^۲: الآية الاولى اوجبت الرجوع والثانیه الاخذ فطاح الفرق وثالثا:^۳ حیث اتحد مال الرجوع والاخذ فعلى تقریر الشارح یتناقض قوله التقلید اخذ العامی</p>
---	--

۱: معروضۃ علی العلامة بحر العلوم

۲: معروضۃ علیہ

۳: معروضۃ علیہ

²⁰ فواتح الرحموت بذیل المستصفی الاصل الرابع فصل فی تعریف التقلید الخ مطبوعہ منشورات الرضی قم ایران

مجتہد سے اخذ کرنا تقلید ہے (۲) عامی کا مفتی کی جانب رجوع کرنا تقلید نہیں، اس لئے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو جیسا کہ متن میں عبارت مذکورہ سے متصل ہی گزر چکا ہے۔

رابعاً: حجت و دلیل کی توضیح میں شارح نے "ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل" کہا اگر اس سے مراد دلیل تفصیلی ہے یعنی وہ خاص دلیل جو پیش آمدہ جزئیہ و مسئلہ سے متعلق ہے (اسے جانے بغیر دوسرے کا قول لے لینے کا نام تقلید ہے) تو یہ کہنا باطل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا اجماع کی طرف رجوع تقلید نہیں، اس لئے کہ یہ رجوع دلیل تفصیلی کا علم ادراک نہیں، او اگر اس سے مراد دلیل اجمالی ہے جیسے عام ارشادات شرعیہ تو مجتہد سے عامی کے اخذ کو تقلید کہنا باطل ہے کیوں کہ یہ بھی ایک دلیل شرعی کے تحت ہے۔

خامساً: جب ابتداء یہ فیصلہ کر دیا کہ عامی کا مجتہد سے اخذ کرنا تقلید ہے تو بعد میں بطور استدراک یہ عبارت لانے کا کیا معنی؟ "لیکن عرف اس پر ہے کہ عامی، مجتہد کا مقلد ہے۔"

سادساً: نفس رجوع تقلید ہر گز نہیں،

من المجتہد وقوله ليس منه رجوع العامي الى المفتي فان المفتي هو المجتهد كما في المتن متصلًا بما مر۔

ورابعاً: ان ارید فـ^۱ بحجة من الاربع التفصيلية اعنى الخاصة بالجزئية النازلة بطل قوله فالرجوع الى النبي صلى الله عليه وسلم او الاجماع ليس منه فانه لا يكون عن ادراك الدليل التفصيلي وان ارید الاجمالية كالعومات الشرعية بطل جعله اخذ العامي من المجتهد تقليداً فانه ايضاً عن دليل شرعي،

خامساً: اذ قد حكم فـ^۲ اولاً ان اخذ العامي عن المجتهد تقليداً فمأ معنى الاستدراك عليه بقوله لكن العرف الخ

وسادساً: ليس فـ^۳: نفس الرجوع

فـ^۱: معروضة على المولى بحر العلوم

فـ^۲: معروضة عليه

فـ^۳: معروضة عليه

<p>ورنہ کسی مسئلے میں امام شافعی مطہری علیہ الرحمہ کا مذہب معلوم کرنے کے لئے کتب شافعیہ کی جانب ہمارا رجوع کرنا امام شافعی کی تقلید ٹھہرے، حالانکہ کسی کو یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا۔</p> <p>سابعاً: اسی کے مثل یا اس سے بھی زیادہ حیرت نغز بات یہ ہوئی کہ اگر قاضی نے گواہوں کی شہادت لے لی تو اسے یہ ٹھہرایا کہ قاضی نے گواہوں کی تقلید کر لی، ایسی تقلید سے نہ کوئی عرف آشنا ہے نہ شریعت میں کہیں اس کا نام و نشان کسے جرات ہے کہ قاضی اسلام کو خواہ وہ امام ابو یوسف ہی ہوں ایسے دو ذمیوں کا مقلد کہہ دے</p>	<p>تقلیداً قط والا لکان رجوعنا الی کتب الشافعیہ لتعلم ما مذہب الامام المطہری فی المسألة تقلید الہ ولا یتوہبہ احد، وسابعاً: مثله — او اعجب منه جعل اخذ القاضی بشہادة الشہود تقلیداً منه لهم فأنه تقلید لا یعرفه عرف ولا شرع ومن یتجاسر —^۲ ان یسی قاضی الاسلام ولوایا یوسف ع مقلد ذمیین اذا قضی بشہادتهما علی ذمی</p>
---	--

بلکہ کوئی شخص جرات کر سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کو ذمیوں کا مقلد کہے؟ اور آپ جانتے ہیں کہ قاضی تو صرف گواہوں کے اس قول سے وثوق حاصل کرتا ہے اس معاملہ میں جس واقعہ حسیہ کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہو اگر اس چیز کا نام تقلید ہے تو کوئی امام صحابی اور نبی تقلید سے سالم نہ رہے گا اور مسلم شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ ہمیں تمہیں داری نے حدیث بیان کی اھ منہ غفرلہ (ت)۔

عہ بل وامراء المؤمنین الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وانت تعلم —^۲ انه لیس الاثقة بقول الشہود فیما اخبروا به عن واقعة حسیة شہدوها ولو کان هذا تقلیداً لم یسلم من تقلید احاد الناس امام ولا صحابی ولا نبی وفي مسلم قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدثنا تبیم الداری²¹ اھ منہ غفرلہ۔ (م)

ف: ا: معروضہ علیہ

ف: معروضہ علیہ

ف: معروضہ علیہ

²¹ صحیح مسلم کتاب الفتن باب قصۃ الجباسة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۲۰۳، ۲۰۵

<p>جن کی شہادت پر اس نے کسی ذمی کے خلاف فیصلہ کر دیا ہو؟ بلکہ متن مذکور کے حل میں حق وہ ہے جو اس عبارت پر خود میں نے کبھی لکھا تھا وہ اس طرح ہے (توسین میں متن کے الفاظ ہیں ۱۲) (تقلید) حقیقی (دوسرے کے قول پر) اصلاً کسی بھی (دلیل کے بغیر عمل کرنا، جیسے عامی کا اخذ کرنا) اپنے ہی جیسے عامی سے، یہ بالاجماع ہے، اس لئے کہ عامی کا قول سرے سے دلیل ہی نہیں، نہ خود اس کے لئے نہ کسی اور کے لئے (اور) اسی طرح (مجتہد کا اپنے ہی جیسے شخص سے) اخذ کرنا۔ یہ حکم اس مذہب جمہور پر ہے کہ ایک مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں، یہ اس لئے کہ جب وہ اصل سے اخذ کرنے پر قادر ہے تو اس کے حق میں حجت وہی اصل ہے، اسے چھوڑ کر اپنے ہی جیسے شخص کے گمان کی جانب رجوع کرنا ایسی چیز کی طرف رجوع ہے جو اس کے حق میں حجت نہیں، تو یہ بھی تقلید حقیقی ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ "مثلاً" میں ضمیر عامی اور مجتہد ہر ایک کی جانب راجع ہے، صرف مجتہد کی طرف نہیں،</p>	<p>بل الحق فی حل المتن ما رأیتنی کتبت علیہ ہكذا (التقلید) الحقیقی هو (العمل بقول الغیر من غیر حجة) اصلاً (کاخذ العامی) من مثله وهذا بالاجماع اذ لیس قول العامی حجة اصلاً لا نفسه ولا لغيره (و) کذا اخذ (المجتهد من مثله) علی مذہب الجمہور من عدم جواز تقلید مجتہد مجتهداً آخر وذلك لانه لما كان قادراً علی الاخذ عن الاصل فالحجة فی حقه هوا لاصل وعدوله عنه الی ظن مثله عدول الی ما لیس حجة فی حقه فیكون تقلیداً حقیقیاً فالضمیر فی مثله الی کل من العامی والمجتهد ۱۲ منہ۔ (م)</p>
---	--

جیسا کہ ہر صاحب ذوق پر ظاہر ہے، قطع نظر اس خرابی سے جو
صرف مجتہد کی جانب راجع ٹھہرانے میں لازم آتی ہے، ۱۲
منہ (ت)

عہ کیا لا یخفی فی علی کل ذی ذوق فضلاً عن النظر
الی ما یلزم ۱۲ منہ۔ (م)

ف: معروضہ علیہ۔

<p>جب یہ معلوم ہو گیا کہ تقلید حقیقی کا مدار اس پر ہے کہ سرے سے کوئی دلیل نہ ہو (تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا اجماع کی طرف رجوع) اگرچہ ہمیں تفصیلی طور پر اس کی دلیل معلوم نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا جو اہل اجماع نے کہا (اس سے نہیں) یعنی تقلید حقیقی نہیں اسلئے کہ حجت شرعیہ موجود ہے اگرچہ اجمالاً ہے (اسی طرح عامی) جو مجتہد نہیں (کا مفتی) مفتی، وہی ہے جو مجتہد ہو (کی طرف) رجوع (اور قاضی کا عادل) گواہوں (کی طرف) رجوع، اور ان کا قول لینا کسی طرح تقلید نہیں، نہ ہی نفس رجوع اور نہ ہی اس کے بعد عمل، کوئی بھی تقلید نہیں، (اس لئے کہ ان دونوں پر) یہ رجوع و عمل (نص نے واجب کیا ہے) تو یہ ایک دلیل پر عمل ہو گا اگرچہ اجمالی دلیل پر جیسا کہ معلوم ہوا تقلید کی حقیقت تو یہی ہے (لیکن عرف اس پر) جاری (ہے کہ عامی، مجتہد کا مقلد ہے) قول مجتہد کی دلیل تفصیلی سے آشنائی کے بغیر اس پر عامی کے عمل کو اس کی تقلید قرار دیا گیا ہے، اگرچہ مجتہد کی طرف عامی</p>	<p>وإذا عرفت ان التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة رأساً (فالرجوع الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم او الى الاجماع) وان لم نعرف دليل مآقاله صلى الله تعالى عليه وسلم او قاله اهل الاجماع تفصيلاً (ليس منه) اى من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية ولو اجمالاً (وكذا) رجوع (العامى) من ليس مجتهداً (الى المفتى) وهو المجتهد (و) رجوع القاضى الى الشهود (العادل) واخذهما بقولهم ليس من التقليد فى شيعى لانفس الرجوع ولا العمل بعده (لا يجاب النص) ذلك الرجوع والعمل (عليها) فيكون عملاً بحجة ولو اجمالية كما عرفت هذا هو حقيقة التقليد (لكن العرف) عه مضى (على ان العامى مقلد للمجتهد فجعل عمله بقول من دون معرفة دليله التفصيلي تقليد له وان كان انما</p>
--	--

یہ لفظ مقدر ماننا لفظ دلالت مقدر ماننے سے اولیٰ ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ تقدیرہ اولیٰ من تقدیر دل کمالاً یخفی اہمنہ
غفرلہ۔ (م)

ف: معروضہ علیہ۔

<p>اسی لئے رجوع کرتا ہے کہ اسے شرعاً اس کی جانب رجوع کرنے اور اس کا قول لینے کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ رجوع دلیل کے تحت ہے بلا دلیل نہیں، یہ ایک اصلاح ہے جو اسی صورت سے خاص ہے اور قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قول اہل اجماع پر عمل کو تو عرف میں بھی تقلید نہیں کہا جاتا (امام نے فرمایا) یہ عرف عام ہے (اور اسی پر اکثر اہل اصول) کام زن (میں) اصطلاح کوئی بھی قائم کرنے لگے گنجائش ہوتی ہے تو سبھی اصطلاحیں روا ہوتی ہیں ان سے متعلق یہ نوٹ لگانا بے محل ہے کہ فلاں اصطلاح ضعیف ہے اور فلاں معتد ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، یہ ہے کلام مذکور کی صحیح تقریر، اور خدائے تعالیٰ ہی فضل و انعام کا مالک ہے۔</p> <p>مقدمہ سوم: اقول: معلوم ہو چکا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اہل نظر و اجتہاد کے لئے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کسی مجتہد کی تقلید کرے اور وہ اگر دوسرے کا قول اس کی دلیل تفصیلی سے آگاہی کے بغیر لے لیتا ہے تو جمہور کے نزدیک یہ تقلید حقیقی میں شامل ہے جو بالا جماع حرام ہے، عامی کا حکم اس کے برخلاف ہے اس لئے کہ دلیل تفصیلی سے نا آشنائی اس پر واجب کرتی ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے ورنہ لازم آئے گا</p>	<p>یرجع الیہ لانہ مأمور شرعاً بالرجوع الیہ و الاخذ بقولہ فکان عن حجة لا بغيرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبی صلی تعالیٰ علیہ وسلم وبقول اهل الاجماع لا یسبیه العرف ایضاً تقلیداً (قال الامام) هذا عرف العامة (و) مشی (علیہ معظم الاصولیین) والاصطلاحات سائغة لا محل فیہا للتذییل بان هذا ضعیف وذاك معتد کمالاً یخفی هذا هو التقرير الصحیح لهذا الکلام واللہ تعالیٰ ولی الانعام۔</p> <p>الثالثة اقول: حیث علمت ان الجمہور علی منع اهل النظر من تقلید غیرہ وعندہم اخذہ بقولہ من دون معرفة دلیلہ التفصیلی یرجع الی التقليد الحقیقی المحظور اجماعاً بخلاف العامی فان عدم معرفتہ الدلیل التفصیلی یوجب علیہ تقلید (المجتہد) والالزم</p>
---	--

ف: معروضہ علیہ۔

<p>کہ اسے ایسے امر (دلیل تفصیلی سے آگاہی) کا مکلف کیا جائے جو اس کے بس میں نہیں یا یہ کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے، اس سے ظاہر ہوا کہ دلیل تفصیلی سے ناآشنائی کے دو اثر ہیں (۱) صاحب نظر کے لئے وہ تقلید کو حرام ٹھہراتی ہے (۲) اور غیر اہل نظر کے لئے وہ ہی ناآشنائی تقلید کو واجب قرار دیتی ہے، اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ایک ہی چیز کسی دوسری چیز کو الگ الگ وجہوں کے تحت واجب بھی ٹھہرائے اور حرام بھی، تو یہی ناآشنائی فقدان اہلیت کے باعث تقلید کو واجب قرار دیتی ہے۔ اور اہلیت ہوتے ہوئے تقلید کو حرام قرار دیتی ہے۔ مقدمہ چہارم: ایک حقیقی فتویٰ ہوتا ہے، ایک عرفی فتوئے حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی آشنائی کے ساتھ فتویٰ دیا جائے۔ ایسے ہی حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں یہ بولا جاتا ہے کہ فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابو الیث اور ان جیسے حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا، اور فتوئے عرفی یہ ہے کہ اقوال امام کا علم رکھنے والا اس تفصیلی آشنائی کے بغیر ان کی تقلید کے طور پر کسی نہ جاننے والے کو بتائے۔ جیسے کہا جاتا ہے فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزی، فتاویٰ طور، فتاویٰ خیر، اسی طرح زمانہ و</p>	<p>التکلیف بما لیس فی الواسع او ترکہ سدی ظہران عدم معرفة الدلیل التفصیلی له اثران تحريم التقليد في حق اهل النظر وایجابہ فی حق غیرہم ولا غر وان یکون شیئی واحد موجباً ومحرمًا معالشیئی آخر با اختلاف الوجه لعدم المعرفة لعدم الاهلية موجب للتقليد ومعها محرم له.</p> <p>الرابعة - الفتوى حقيقة وعرفية فالحقيقة هو الافتاء عن معرفة الدلیل التفصیلی واولئك الذين يقال لهم اصحاب الفتوى ويقال بهذا افتى الفقيه ابو جعفر والفقيه ابو الیث و اضرابهما رحمهم الله تعالى والعرفية اخبار العالم بأقوال الامام جاهلا عنها تقلیداله من دون تلك المعرفة كما يقال فتاویٰ ابن نجیم والغزی والطورى والفتاوى الخيرية وهلم</p>
---	--

ف: الفتوى قسبان حقيقة مختصة بالمجتهد وعرفية -

<p>رتبہ میں ان سے فروتر فتاویٰ رضویہ تک چلے آئیے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی رضا کا باعث اور اپنا پسندیدہ بنائے، آمین!</p> <p>مقدمہ پنجم: اقول: وبالله التوفیق القول قولان ہیں (۱) قول صوری (۲) قول ضروری۔۔ قول صوری وہ جو کسی نے صراحت کہا اور اس سے نقل ہوا، اور قول ضروری وہ ہے جسے قائل نے صراحت اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا، کبھی حکم ضروری، حکم صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکم صوری کے خلاف حکم ضروری راجح و حاکم ہوتا ہے یہاں تک کہ صوری کو لینا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے اور حکم صوری چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے، مثلاً زید نیک اور صالح تھا تو عمر نے اپنے خادموں کو صراحتاً علانیہ زید کی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار ان کے سامنے اس حکم کی تکرار بھی کی، اور اس سے ایک زمانہ پہلے ان خدام کو ہمیشہ کیلئے کسی فاسق کی تکریم سے ممانعت بھی کر چکا تھا۔ پھر</p>	<p>تنزل زماناً ورتبۃ الی الفتاویٰ الرضویۃ جعلها اللہ تعالیٰ مرضیۃ مرضیۃ امین</p> <p>الخامسة - اقول: وبالله التوفیق القول قولان صوری و ضروری فالصوری هو المقول المنقول والضروری ما لم یقله القائد نصاباً بالخصوص لكنه قائل به فی ضمن العموم الحاکم ضروری بان لو تکلم فی هذا الخصوص لتکلم کذا و ربماً یخالف حکم الضروری حکم الصوری وح یقتضی علیه الضروری حتی ان الاخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل والعدول عنه الی الضروری موافقة او اتباعاً له کأن کان زید صالحاً فامر عمرو خدامه باکرامه نصاباً راکر ذلك علیهم مراراً، وقد کان قال لهم ایاکم ان تکرموا فاسقاً ابداً فبعد</p>
--	---

ف: القول قولان صوری و ضروری وهو یقتضی علی الصوری وله سنته وجوه۔

<p>کچھ دنوں بعد زید فاسق معین ہو گیا، اب اگر عمر کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمر کے نافرمان شمار ہوں گے اور اگر اس کی تعظیم ترک کر دیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔</p> <p>اسی طرح اقوال ائمہ میں بھی ہوتا ہے (کہ ان کے حکم صوری کے خلاف کوئی حکم ضروری پایا جاتا ہے) اس کے درج ذیل اسباب پیدا ہوتے ہیں (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) کوئی اہم مصلحت جس کی تحصیل مطلوب ہے (۶) کوئی بڑا مفسدہ جس کا ازالہ مطلوب ہے، یہ اس لئے کہ صورتوں کا استثنا، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی رعایت جو کسی ایسی خرابی سے خالی ہوں جو ان سے بڑھی ہوئی ہے، مفسدہ کو دور کرنا، عرف کا لحاظ کرنا، اور تعامل پر کاربند ہونا یہ سب ایسے قواعد کلیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں، ہر امام ان کی جانب مائل ان کا قائل اور ان پر اعتماد کرنے والا ہی ہے۔ اب اگر کسی مسئلے میں امام کا کوئی صریح حکم رہا ہو پھر حکم تبدیل کرنے والے مذکورہ امور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں قطعاً یہ یقین ہو گا کہ یہ</p>	<p>زمان فسق زید علانیة فان اكرمه بعده خدامه عملاً بنصبه المکرر المقرر كانوا عاصين وان تركوا اكرامه كانوا مطيعين ومثل ذلك يقع في اقوال الائمة اما لحدوث ضرورة او حرج او عرف او تعامل او مصلحة مهمة تجلب او مفسدة ملية تسلب وذلك لان استثناء الضرورات ورفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها ودرء المفسد والاخذ بالعرف والعمل با لتعامل كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع ليس احد من الائمة الا مائلا اليها وقاتلا بها ومعولا عليها فاذا كان في مسألة نص الامام ثم حدث احد تلك المغيرات علمنا قطعاً ان لو حدث على عهد</p>
--	---

ف: چھ باتیں ہیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں: ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، ان سب میں بھی حقیقہ قول امام ہی پر عمل ہوتا ہے۔

<p>امرا اگر ان کے زمانے میں پیدا ہوتا تو ان کا قول اس کے تقاضے کے مطابق ہی ہوتا اسے رد نہ کرتا اور اس کے برخلاف نہ ہوتا ایسی صورت میں ان سے غیر منقول قول ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل ان کے قول پر عمل ہے، ان سے نقل شدہ الفاظ پر جم جانا ان کی پیروی نہیں، عقود میں ایسے بہت سے مسائل شمار کرائے اور بکثرت دیگر مسائل کے لئے اشباہ کا حوالہ دیا، پھر یہ لکھا کہ یہ سارے مسائل ایسے ہیں جن کے احکام تغیر زمان کی وجہ سے بدل گئے یا تو ضرورت کے تحت، یا عرف کی وجہ سے، یا قرائن احوال کے سبب، فرمایا: اور یہ سب مذہب سے باہر نہیں، اس لئے کہ صاحب مذہب اگر اس دور میں ہوتے تو ان ہی کے قائل ہوتے، اور اگر یہ تبدیلی ان کے وقت میں رونما ہوتی تو ان احکام کے برخلاف صراحت نہ فرماتے، فرمایا، اسی بات نے حضرات مجتہدین فی المذہب اور متاخرین میں سے اصحاب نظر صحیح کے اندر یہ جرات پیدا کی کہ وہ اس حکم کی مخالفت کریں جس کی تصریح خود صاحب مذہب سے کتب ظاہر الروایہ میں موجود ہے، یہ تصریح ان کے زمانے کے حالات کی بنیاد پر ہے جیسا کہ اس سے متعلق ان کی تصریح گزر چکی ہے الخ۔</p>	<p>لکان قوله علی مقتضاہ لا علی خلافہ و ردہ ، فالعمل بقوله الضروری الغیر المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجبود علی البأثور من لفظہ ، وقد عد فی العقود مسائل کثیرة من هذا الجنس ثم احوال بیان کثیر أخر علی الاشباہ ثم قال (فهذه) کلها قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان اما للضرورة و اما للعرف و اما لقرائن الاحوال قال وکل ذلك غیر خارج عن المذہب لان صاحب المذہب لو کان فی هذا الزمان لقال بها و لحدث هذا التغیر فی زمانہ لم ینص علی خلافها . قال و هذا الذی جرأ المجتہدین فی المذہب و اهل النظر الصحیح من المتأخرین علی مخالفة المنصوص علیہ من صاحب المذہب فی کتب ظاہر الروایة بناء علی ماکان فی زمنہ کما تصریحهم به²² الخ</p>
---	--

²² شرع عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱۱/۵۴

<p>اقول: بلکہ اس کی نظیر خود نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی ملتی ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ ہر گز اسے نہ روکے، (احمد، بخاری، مسلم، نسائی) اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کی بندگیوں کو مسجدوں سے نہ روکو، اس کے راوی امام احمد و مسلم ہیں اور یہ سبھی حضرات ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں، اور بلفظ دوم: ولیخرجن تغلات (اور وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں) کے اضافے کے ساتھ امام احمد و ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ</p>	<p>اقول: بل ربما يقع نظير ذلك في نص الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استأذنت احدكم امرأته الى المسجد فلا يمنعنها رواه احمد والبخارى²³ ومسلم والنسائي وفي لفظ لا تمنعوا اماء الله مساجد الله رواه احمد²⁴ ومسلم كلهم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وباللثانی رواه احمد و ابو داود وعن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزيادة و لیخرجن تغلات²⁵</p>
---	--

ف: انہیں وجوہ صحیح اور مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت اور جمعہ و عیدین میں حاضر ہونا کہ زمانہ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقاً منع ہے۔

²³ صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاستئذان المرأۃ لزوجہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۰/۱، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷، سنن النسائی کتاب المساجد النبی عن منع النساء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۱۵

²⁴ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷، سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء خروج النساء الی المساجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ مکتب الاسلامی ۲/۳۳۸، ۴۷۵،

<p>تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی حکم دیا کہ روز عیدین حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو باہر لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت و دعائیں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں ، ایک خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری بعض عورتوں کے پاس چادر نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ساتھ والی عورت اسے اپنی چادر کا ایک حصہ اڑھادے ، اسے بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اس کے باوجود ائمہ کرام نے جو ان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھی عورتوں کو صرف دن میں مسجد جانے سے منع فرمایا ، پھر سب کے لئے ممانعت عام کر دی ، یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول ضروری پر عمل کے تحت کیا جو ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درج ذیل بیان سے مستفاد ہے: اگر رسول اللہ</p>	<p>وقد امر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باخراج الحيض وذوات الخدور يوم العیدین فی شہدن جماعة المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحيض المصلی قالت امرأة یا رسول اللہ احذنا لیس لہا جلاب قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلبسہا صاحبتهما من جلابہا²⁶ رواہ البخاری و مسلم وأخرون عن ام عطیة رضی اللہ عنہا ، ومع ذلك نہی الائمة الشواب مطلقاً والعجائز نہاراً ثم عبوا النهی عملاً بقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الضروری المستفاد من قول ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لو ان رسول اللہ</p>
--	---

ف : مسئلہ رات ہو یا دن ، عورت جو ان ہو یا بوڑھی ، جمعہ ہو یا عید ، یا جماعت پنج گانہ یا مجلس و عظ مطلقاً عورت کا جانا منع ہے۔

²⁶ صحیح البخاری کتاب الحيض باب شہود الخاضع العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶، صحیح مسلم کتاب العیدین فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور الخ قدیمی کتب

<p>صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا وہ حال مشاہدہ کرتے جو ہم نے مشاہدہ کیا تو انہیں مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا، (احمد، بخاری، مسلم) تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے (توسین میں متن کے الفاظ ہیں ۱۲م) (جماعت) اگرچہ جمعہ یا عید اور وعظ کی ہو (عورتوں کی حاضری مطلقاً) اگرچہ بڑھیا ہو اگرچہ رات ہو (مکروہ ہے ہمارے مذہب پر) اس مذہب پر جس پر فساد زمان کی وجہ سے فتویٰ ہے اور کمال ابن المہام نے بطور بحث فنا کے قریب پہنچنے والی بوڑھی عورتوں کا استثنا کیا ہے۔</p> <p>مذہب سے مراد مذہب متاخرین ہے اس پر صاحب بحر نے یوں رد کیا ہے کہ یہ فتویٰ حضرات امام و صاحبین سبھی کے مذہب کے خلاف ہے اس لئے کہ صاحبین نے بوڑھی عورتوں کے لے مطلقاً جواز رکھا ہے اور امام نے ظہر، عصر اور جمعہ کے علاوہ میں جائز کہا ہے، تو بوڑھی عورتوں کے لئے بھی نمازوں میں ممانعت کا</p>	<p>صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نساء هارواه احمد والبخارى²⁷ ومسلم. قال في التنوير والدر (يكره حضور هن الجماعة) ولو لجمعة وعيد وعظ (مطلقاً) ولو عجز اليبلا (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية²⁸ اهـ</p> <p>والمراد بالمذهب مذهب المتأخرين ولم يرد عليه البحر بان هذه الفتوى مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه جميعاً فانهما اباحا للعجائز الحضور مطلقاً والامام في غير الظهر والعصر والجمعة فالافتاء بمنع العجائز في الكل مخالف</p>
--	--

²⁷ صحیح بخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الى المساجد بالليل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الصلوة باب خروج النساء الى المساجد بالليل قدیمی

کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۹۱، ۱۹۳، ۲۳۵

²⁸ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوة باب الامانة مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۸۳

<p>فتویٰ دینا سبھی کے خلاف ہے معتمد مذہب امام ہے اہ ، نہر میں اس تردید پر جواباً یہ تحریر ہے، یہ محل نظر ہے اس لئے کہ زیر بحث فتویٰ قول امام سے ہی ماخوذ ہے وہ اس لئے کہ امام نے جن اوقات میں منع فرمایا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باعث منع موجود ہے وہ ہے زیادتی شہوت، اس لئے کہ فساق کھانے میں مشغولیت کی وجہ سے مغرب کے وقت راہوں میں منتشر نہیں رہتے اور فجر و عشا کے وقت سوئے ہوتے (اور دیگر اوقات میں منتشر رہتے ہیں) توجب فرض کیا جائے کہ وہ غلبہ فسق کی وجہ سے ان تینوں اوقات میں بھی منتشر رہتے ہیں جیسے ہمارے زمانے کا حال ہے بلکہ وہ خاص ان ہی اوقات میں نکلنے کی تاک میں رہتے ہیں، تو ان اوقات میں عورتوں کے لئے ممانعت، ظہر کی ممانعت سے زیادہ ظاہر و واضح ہوگی، اہ شیخ اسمعیل فرماتے ہیں، یہ نہایت عمدہ کلام ہے اہ۔ (شامی)</p> <p>مقدمہ ششم: قول امام چھوڑنے کا ایک اور باعث ہے جو اصحاب نظر کے لئے خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی دلیل کمزور ہو، اقول: یعنی ان حضرات کی نظر میں کمزور، ان کے لئے</p>	<p>للکف فالبعتد مذہب الامام اہ بمعناہ اجاب عنه فی النہر قائلًا فیہ نظر بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقیام الحامل وهو فرط الشهوة بناء علی ان الفسقة لا ينتشرون فی المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم فی هذه الاقوات لغلبة فسقهم كما فی زماننا بل تحریرهم ایاها كان المنع فیها اظہر من الظہر اہ قال الشیخ اسمعیل وهو کلام حسن الی الغایة اہ ش 29</p> <p>السادسة — حامل آخر علی العدول عن قول الامام مختص باصحاب النظر وهو ضعف دلیله اقول: ای فی نظرهم وذلك لانهم</p>
--	---

ف: العدول عن قوله بدعوى ضعف دلیله خاص بالمجتهدین فی المذہب وهم لا یخرون به عن المذہب۔

29 رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة دار احیاء التراث العربی بیروت 1/ 380، البحر الرائق باب الامامة 1/ 359 ونہر الفائق باب الامامة 1/ 251 قدیمی کتب خانہ

<p>یہاں قول امام چھوڑنے کا جواز اس لئے ہے کہ انہیں اسی کی اتباع کا حکم ہے جو ان پر ظاہر ہو، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے بصیرت والو! نظر و اعتبار سے کام لو۔ اور تکلیف بقدر وسعت ہی ہوتی ہے، تو ان کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں۔ اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے باہر نہ ہونگے، بلکہ امام کے اس طرح کے قول عام کے متبع رہیں گے، اذا صح الحدیث فهو مذہبی جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے ابن شخنے کی شرح ہدایہ، پھر میری کی شرح اشباہ پھر ردالمحتار میں ہے جب حدیث صحیح ہو اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل ہوگا اور وہی امام کا بھی مذہب ہوگا اس پر عمل کی وجہ سے ان کا مقلد حنفیت سے باہر نہ ہوگا اس لئے کہ خود امام سے بروایت صحیح یہ ارشاد ثابت ہیں کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اھ، اقول: یہاں صحت سے صحت فقہی مراد ہے جس کی معرفت غیر مجتہد کے لئے محال ہے</p>	<p>مأمورون باتباع ما يظهر لهم قال تعالى "....." ³⁰ ولا تكليف الا بالوسع فلا يسعهم الا العدول ولا يخرجون بذلك عن اتباع الامام بل متبعون لمثل قوله العام اذا صح الحديث فهو مذہبی، ففی شرح الهدایة لابن الشحنة ثم شرح الاشباہ لبیری ثم ردالمحتار "اذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذہبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحديث فهو مذہبی ³¹ ه اقول: یرید الصحة فقهاً ویستحیل معرفتها الاللمجتهد</p>
---	---

ف: المراد في اذا صح الحديث فهو مذہبی هي الحجة الفقهية ولا تكفي الاثرية

³⁰ القرآن ۲/۵۹

³¹ ردالمحتار مقدمہ الكتاب مطلب صح عن الامام انه قال اذا صح الحديث الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

<p>اصطلاح محدثین والی صحت مراد نہیں ، جیسا کہ میں نے الفضل الموصیٰ میں سے ایسے قاہر دلائل سے بیان کیا ہے جن سے آگاہی ضروری ہے۔</p> <p>علامہ شامی فرماتے ہیں ، جب اہل مذہب نے دلیل میں نظر کی اور اس پر کار بند ہوئے تو مذہب کی جانب سے منسوب کرنا بجا ہے اس لئے کہ یہ صاحب مذہب کے اذن ہی سے ہوا کیونکہ انہیں اگر اپنی دلیل کی کمزوری معلوم ہوتی تو یقیناً وہ اس سے رجوع کر کے اس سے زیادہ قوی دلیل کی پیروی کرتے اسی لئے جب بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا تو محقق ابن الہمام نے ان کی تردید فرمائی کہ امام کے قول سے انحراف نہ ہوگا سو اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔</p> <p>اقول: یہ ناقابل فہم اور ناقابل قبول ہے بعض مقلدین کی نظر میں دلیل کے کمزور ہونے سے دلیل امام کا فی الواقع کمزور ہونا کیسے ظاہر ہو سکتا ہے؟ اجتہاد مطلق کے حامل یہ بزرگ ائمہ مالک ، شافعی ، احمد اور ان کے ہم پایہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم</p>	<p>لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في الفضل الموصي بدلائل قاهرة يتعين استفادتها قال شفاذ نظر اهل المذهب في الدليل و عملوا به صح نسبتہ الی المذہب لكونه صادرا بأذن صاحب المذهب اذ لا شك انه لو علم ضعف دليله رجع عنه واتبع الدليل الاقوى ولذا رد المحقق ابن الہمام علی بعض المشائخ (حيث) افتوا بقول الامامین بأنه لا يعدل عن قول الامام الا للضعف دليله اه³²</p> <p>فاقول: هذا غیر معقول ولا مقبول وكيف يظهر ضعف دليله في الواقع لضعفه في نظر بعض مقلديه وهؤلاء ائمة الاجتهاد المطلق مالك والشافعي واحمد ونظر اؤهم رضی اللہ تعالیٰ عنہم</p>
--	--

ف: معروضة على العلامة ش

³² رد المحتار مقدمہ الكتاب مطلب صح عن الامام انه قال اذا صح الحديث الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶

<p>بارہا مخالفت امام پر متفق نظر آتے ہیں یہ ان حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس جگہ دلیل امام کمزور ہے، پھر بھی اس سے واقعتاً اس کا کمزور ہونا ثابت نہیں ہوتا، نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کا جو مذہب ہے وہی امام کا بھی مذہب ہے، جب ان کا یہ معاملہ ہے تو ان کا کیا حکم ہوگا جو ان سے فروتر ہیں جنہیں ان کے منصب تک رسائی حاصل نہیں؟ ہاں وہ اپنی نظر میں امام کے قول عام پر عامل ہیں اس لئے معذور بلکہ ماجور اور مستحق ثواب ہیں مگر اس وجہ سے مذہب امام بدل نہ جائے گا، دیکھئے مدت رضاعت تیس ماہ ٹھہرانے کی دلیل اکثر مرجحین کے نزدیک ضعیف بلکہ ساقط ہے پھر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دو سال پر اکتفا کرنا ہی مذہب امام ہے، یوں ہی رضاعی باپ اور رضاعی بیٹے کی بیوی کے حرام ہونے کے حکم میں رتبہ اجتہاد تک رسائی پانے والے امام محقق علی الاطلاق کو کلام ہے، ان کا خیال ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلیل یہ حکم کرتی ہے کہ دونوں حلال ہیں، میں نے اس کلام کا جواب کسی کتاب میں نہ دیکھا، علامہ شامی نے بھی انہی کی پیروی کی ہے، پھر بھی کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کی حالت ہی مذہب امام</p>	<p>یطبقون کثیرا علی خلاف الامام وهو اجماع منهم علی ضعف دلیله ثم لا یظهر بهذا ضعفه ولا ان مذہب هؤلاء مذہبہ فکیف بمن دونهم من لم یبلغ رتبته نعم هم عاملون فی نظرهم بقوله العام فمعذرون بل ماجورون ولا یتبدل — بذلك المذہب الاتری ان تحدیدا الرضاع بثلاثین شهرا دلیله ضعیف بل ساقط عند اکثر المرجحین ولا یجوز لاحد ان یقول الاقتصار علی عامین مذہب الامام وتحريم حلیة الاب والابن رضاعاً نظر فیہ الامام البالغ رتبة الاجتهاد المحقق علی الاطلاق وزعم ان لا دلیل علیہ بل الدلیل قاض بحلہما ولم ار من اجاب عنه وقد تبعه علیہ ش فهل یقال ان تحلیلہما مذہب الامام</p>
--	--

ف: لا یتبدل المذہب بتصحیحات المرجحین خلافہ۔

<p>ہے؟ ہر گز نہیں! بلکہ یہ صرف ابن الہمام کی ایک بحث ہے۔ علامہ شامی نے جو دعویٰ کیا کہ صاحب نظر جس پر عمل کر لے اسے مذہب امام قرار دینا بجا ہوگا اس کا امام ابن الہمام سے نقل کردہ کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں اس میں تو بس اس قدر ہے کہ اہل نظر کو جب قول امام کی دلیل کمزور معلوم ہو تو ان کے لئے اس سے انحراف جائز ہے، کہاں یہ، اور کہاں وہ؟</p> <p>ہاں سابقہ چھ صورتوں میں مذہب امام کی طرف انتساب بجا ہے اس لئے کہ وہاں اس بات کو پورے طور سے یقین ہے کہ وہ حالت اگر ان کے زمانے میں واقع ہوتی تو وہ بھی اسی کے قائل ہوتے، جیسا کہ تنویر الابصار میں مسجدوں کی حاضری سے عورتوں کی مطلقاً ممانعت کے مسئلے میں "علی المذہب" (بر بنائے مذہب) فرمایا محقق شامی کو اس نکتے سے غفلت ہوئی اس لئے انہوں نے مذہب کی تفسیر میں "مذہب متأخرین" لکھ دیا، یہ ذہن نشین رہے۔ اوپر کی گفتگو اہل نظر سے متعلق تھی، رہے ہم لوگ تو ہمیں اہل نظر کی طرح نظر و اعتبار کا</p>	<p>کلابل بحث من ابن الہمام ، ولیس فیہا ذکر عن ابن الہمام المأم الی ما ادعی من صحة جعله مذہب الامام انما فیہ جواز العدول لهم اذا استضعفوا دلیلہ واین هذا من ذاک۔</p> <p>نعم فی الوجوه السابقه تصح النسبة الی المذہب لاحاطة العلم بانه لو وقع فی زمنه لقال به کما قال فی التنویر لمسألة نهی النساء مطلقاً عن حضور المساجد علی المذہب و هذه نکتة غفل فیہ^۲ منہا المحقق ش ففسر المذہب مذہب المتأخرین هذا واما نحن فلم نؤمر لایاً اعتبار کاولی الابصار</p>
---	---

ف : معروضۃ علیہ

ف : معروضۃ علیہ

<p>حکم نہیں بلکہ ہم اس کے مامور ہیں کہ احکام کے سوا کسی دلیل کی جستجو اور چھان بین میں نہ جا کر صرف قول امام دریافت کریں اور اس پر کاربند ہو جائیں، اب اگر قول امام سے عدول و انحراف سابقہ چھ وجہوں کے تحت ہے تو اس میں خواص و عوام سب شریک ہیں کیونکہ حقیقت یہاں انحراف نہیں بلکہ قول امام پر عمل ہے اور اگر ضعف دلیل کے دعوے کی وجہ سے انحراف ہو تو یہ اہل معرفت سے خاص ہے، اسی لئے بحر میں رقم طراز ہیں کہ محقق ابن الہمام کے قلم سے متعدد مقامات پر قول صاحبین پر فتویٰ دینے کی وجہ سے مشائخ کا رد ہوا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قول امام سے انحراف نہ ہوگا بجز اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو، لیکن وہ محقق موصوف دلیل میں نظر کی اہلیت رکھتے ہیں، جو اس کا اہل نہ ہو اس پر تو یہی لازم ہے کہ قول امام پر فتوے دے۔</p> <p>مقدمہ ہفتم: جب تصحیح میں اختلاف ہو تو امام اعظم کا قول مقدم ہوگا "رد المحتار" "مایدخل فی البیع تبعاً" (بیع میں تبعاً داخل ہونے والی چیزوں کا بیان) سے</p>	<p>بل بالسؤال والعمل بما يقوله الامام غير باحثين عن دليل سوى الاحكام فان كان العدول للوجوه السابقة اشترك فيه الخواص و العوام اذ لا عدول حقيقة بل عمل بقول الامام وان كان لدعوى ضعف الدليل اختصاص بمن يعرفه ولذا قال في البحر قد وقع للمحقق ابن الهمام في مواضع الرد على المشائخ في الافتاء بقولهم ما بانه لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله لكن هو (اي المحقق) اهل للنظر في الدليل ومن ليس باهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام اه³³</p> <p>السابعة ۳ اذا اختلف التصحيح تقدم قول الامام الاقدم في رد المحتار قبل ما يدخل في البيع تبعاً اذا اختلف</p>
--	---

ف: عند اختلاف تصحيح يقدم قول الامام

³³ بحر الرائق كتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء الخ ابي ايم سعيد كيني كراچی ۲۰۱۶ء

<p>پہلے یہ تحریر ہے: جب تصحیح میں اختلاف ہو تو اسی کو لیا جائے گا جو امام کا قول ہے اس لئے کہ صاحب مذہب وہی ہے۔</p> <p>در مختار میں ہے کہ، البحر الرائق کتاب الوقف وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول تصحیح یافتہ ہوں تو دونوں میں سے کسی پر بھی قضا وفاقاً جائز ہے، اس پر علامہ شامی نے لکھا کہ یہ تخییر اس صورت میں نہیں جب دونوں قولوں میں ایک قول امام ہو اور دوسرا کسی اور کا قول ہو۔ اسلئے کہ جب دونوں تصحیحوں میں تعارض ہو تو دونوں ساقط ہو گئیں اب ہم نے اصل کی جانب رجوع کیا، اصل یہ ہے کہ قول امام مقدم ہوگا بلکہ فتاویٰ خیر یہ کتاب الشہادات میں ہے کہ ہمارے نزدیک طے شدہ امر یہ ہے کہ فتویٰ اور عمل امام اعظم ہی کے قول پر ہوگا سے چھوڑ کر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک، یا کسی اور کا قول اختیار نہ کیا جائے گا بجز صورت ضرورت کے، جیسے مسئلہ مزارعت میں ہے، اگرچہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہو کہ فتویٰ قول صاحبین پر ہے، اس لئے کہ وہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہیں، اسی کے مثل بحر میں</p>	<p>التصحیح اخذ بما هو قول الامام لانه صاحب المذهب³⁴ اه</p> <p>وقال في الدر في وقف البحر وغيره متى كان في المسألة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدهما³⁵ اه فقال العلامة ش لا تخییر لو كان احدهما قول الامام والاخر قول غيره لانه لما تعارض التصحيحان تساقطاً فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام بل في شهادات الفتاوى الخيرية المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا للضرورة كمسألة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم³⁶ اه</p> <p>ومثله في البحر</p>
--	--

³⁴ردالمحتار کتاب البيوع دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳

³⁵الدر المختار رسم المفتی مطبوعه مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳

³⁶الدر المختار رسم المفتی دار احياء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۹

<p>بھی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ قول امام پر افتا جائز بلکہ واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کی دلیل اور ماخذ کیا ہے</p> <p>اھ</p> <p>ان مقدمات و تفصیلات سے آگاہی کے بعد آغاز رسالہ میں نقل شدہ کلام بحر کا مطلب روشن و واضح ہو گیا اور جو کچھ اس کی تردید میں لکھا گیا بیکار و بے ثبات ٹھہرا مزید تفصیل کا اشتیاق ہے تو جگوش ہوش سماعت ہو۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی بے نظمی ناظرین پر مخفی نہیں۔</p> <p>اقول: نہیں بلکہ پورا کلام مربوط و مبسوط، ایک دوسرے کی گرہ تھامے ہوئے ہے جیسا کہ ابھی عیاں ہو گا قول علامہ خیر رملی، اس کلام اور کلام امام میں تضاد ہے۔</p> <p>اقول: مقدمہ چہارم سے معلوم ہوا کہ قول امام فتوے حقیقی کے متعلق ہے، تو وہ قول صرف اہل نظر کے حق میں ہے، اس کے سوالن کے کلام کا اور کوئی معنی و محمل نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ امام نے فتوے عرفی کو حرام کہا، حالانکہ وہ</p>	<p>وفیہ یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم یعلم من این قال³⁷ اھ</p> <p>اذا عرفت هذا وضح لك كلام البحر وطاح كل ما رديه عليه وان شئت التفصيل المزید، فالتق السمع وانت شهید</p> <p>قول ش رحمة الله تعالى لا يخفى عليك ما في هذا الكلام من عدم الانتظام³⁸</p> <p>اقول: بل هو متسق النظام أخذ بعضه بحجز بعض كما ستري،</p> <p>قول العلامة الخیر قوله مضاد لقول الامام³⁹</p> <p>اقول: تعرف — بالرابعة ان قول الامام في الفتوى الحقيقة فيختص بأهل النظر لا محمل له غيره والا كان تحريماً للفتوى العرفية مع</p>
---	--

ف: تطفل على العلامة الخیر الرملي وعلى ش-

³⁷ بحر الرائق كتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء الخ الشيخ ايم سعيد كنبني كراچي ۶ / ۲۶۹

³⁸ بحر الرائق كتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء الخ الشيخ ايم سعيد كنبني كراچي ۶ / ۲۹

³⁹ شرح عقود رسم المفتي رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

<p>بالاجماع جائز و حلال ہے، منحہ الخالق کتاب القضاء میں فتاویٰ ظہیریہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کسی کے لئے ہمارے قول پر فتویٰ دینا روا نہیں جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے کہا، اور اگر اہل اجتہاد نہ ہو اس کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں مگر نقل و حکایت کے طور پر فتویٰ دے سکتا ہے۔ اور بحر کلام فتوایں عربی سے متعلق ہے، اس کے سوا اس کا کوئی اور معنی و محمل نہیں، دلیل میں ان کے یہ الفاظ دیکھیں (ا) لیکن ہمارے زمانے میں بس یہی کافی ہے کہ ہمیں امام کے اقوال حفظ ہوں (ب) اگرچہ ہمیں دلیل معلوم نہ ہو (ج) قول امام پر فتویٰ دینا ہم پر واجب ہے (د) اما نحن فلنا الافتاء، مگر ہم فتوے دے سکتے ہیں الخ، اب بتائے جب دونوں کلام کا مورد و محل ایک نہیں ہے تو تضاد کہاں سے ہوا؟ خیر رملی، قول امام سے صراحت واضح ہے کہ اہلیت اجتہاد کے بغیر فتویٰ دینا ناجائز ہے، پھر اس سے وجوب افتاء پر استدلال کیسے؟ اقول: ہاں اس سے فتوے حقیقی کا</p>	<p>حلہا بالاجماع وفي قضاء منحة الخالق عن الفتاوى الظهيرية روى عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه انه قال لا يحل لاحد ان يفتى بقولنا ما لم يعلم من اين قلنا وان لم يكن من اهل الاجتهاد لا يحل له ان يفتى الا بطريق الحكاية⁴⁰ اه وقول البحر في الفتوى العرفية لا محمل له سواه لقوله اما في زماننا فيكتفى بالحفظ وقوله وان لم نعلم وقوله يجب علينا الافتاء بقول الامام وقوله اما نحن فلنا الافتاء فابن التضاد ولم يرد اموردا واحدا۔ قوله هو صريح في عدم جواز الافتاء لغير اهل الاجتهاد فكيف يستدل به على وجوبه⁴¹ اقول: نعم صريح في</p>
---	--

ف: تطفل على الخير وعلى ش

⁴⁰ منحہ الخالق علی البحر الرائق کتاب القضاء فصل بجوز تقليد من شاء الخ انجاء ام سعيد کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

⁴¹ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

<p>عدم جواز صراحة واضح ہے (اور بحر میں فتوائے عرف کا وجوب مذکور ہے) اب رہا یہ کہ ایک ہی چیز سے دوسری چیز کی حرمت وحلت دونوں کیسے پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس کی تحقیق ہم مقدمہ سوم میں کر آئے ہیں۔</p> <p>خیر رملی: ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر اہل اجتہاد سے جو حکم صادر ہوتا ہے وہ حقیقۃً افتائیں۔</p> <p>اقول: آپ کی اسی عبارت میں اعتراض کا جواب بھی تھا، اگر آپ نے التفات فرمایا ہوتا،</p> <p>خیر رملی، وہ تو امام مجتہد سے صرف نقل و حکایت ہے۔</p> <p>اقول: ایسا نہیں ملاحظہ ہو مقدمہ اول خیر رملی: غیر امام کے قول کی نقل و حکایت بھی جائز ہے۔</p> <p>اقول: نقل و حکایت سے کوئی رکاوٹ نہیں اگرچہ مذہب سے باہر کسی کا قول ہو، یہاں گفتگو تقلید سے متعلق ہے، اور مجتہد مطلق</p>	<p>عدم جواز الحقیقی ونشوء الحرمة والجواز معاً عن شیخ واحد فرغنا عنه فی الثالثہ۔</p> <p>قوله فنقول ما یصدر من غیر الاہل لیس بافتاء حقیقۃ⁴²</p> <p>اقول: فیہ کان الجواب عن التضاد لو التفتتم الیہ</p> <p>قوله وانما هو حکایة عن المجتہد⁴³</p> <p>اقول: لا وانظر الاولی</p> <p>قوله تجوز حکایة قول غیر الامام⁴⁴</p> <p>اقول: لا حرج فی الحکایة ولو قولاً خارجاً عن المذہب انما الکلام فی التقليد والمجتہد</p>
---	---

ف۱: تطفل على الخیر و علی ش

ف۲: تطفل على الخیر و علی ش

ف۳: تطفل على الخیر و علی ش

⁴² شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

⁴³ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

⁴⁴ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

<p>اپنے سے فروتر حضرات سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی تقلید کی جائے، پھر آپ ائمہ ثلاثہ (مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ) بلکہ ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ دیگر ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دینے کو جائز کیوں نہیں کہتے؟ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو مذہب امام کی پابندی کس بات میں؟ اور یہ سارے اختلافات کیسے؟ بلکہ صرف اس نزاع ہی سے سارا نزاع ختم اور وہ پوری بحث ہی سرے سے ساقط ہو گئی، جیسا کہ اس کی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔ خیر رملی تو قول امام پر فتویٰ دینا ہم پر واجب کیسے؟</p> <p>اقول: اس لئے کہ تقلید ہم نے انہی کی کی ہے دوسرے کی نہیں، اور سیدنا قل (علامہ شامی) نے تو متعدد مقامات پر خود اس کا اعتراف کیا ہے، ان میں دو مقام یہ ہیں، (۱) رسم المفتی سے ذرا پہلے شروع ردالمحتار میں لکھتے ہیں، ہم</p>	<p>المطلق احق به ممن دونه فلم لا تجيزون الافتاء باقوال الائمة الثلاثة بل ومن سوى الاربعة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فان اجزتم ففیم التمدھب وتلك المشاجرات بل سقط المبحث رأسا وانهدام النزاع بنفس النزاع كما سيأتى بيانہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔</p> <p>قوله فكيف يجب علينا الافتاء بقول الامام۔</p> <p>اقول: لاننا قلدناه لامن سواه وقد اعترف^۲</p> <p>به السيد الناقل في عدة مواضع منها صدر ردالمحتار قبيل رسم المفتی⁴⁵ اننا التزمنا تقليد</p>
--	--

۱: تطفل على الخبير وعلى ش

۲: علامہ شامی فرماتے ہیں ہم نے صرف تقلید امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے، نہ کسی اور کی ولہذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے نہ یوسفی وغیرہ امام ابو یوسف کی نسبت وغیرہ سے۔

⁴⁵ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

<p>نے انہی کے مذہب کی تقلید کا التزام کیا ہے دوسرے کے مذہب کا نہیں۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے، یوسفی وغیرہ نہیں، یعنی شیبانی بھی نہیں، یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت ہے، (۲) شرح عقود میں لکھتے ہیں، حنفی نے بس امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہے، اسی لئے وہ انہی کی طرف منسوب ہوتا ہے کسی اور کی طرف نہیں، خیر رملی حالاں کہ ہم تو صرف فتوائے مشائخ کے ناقل ہیں کچھ اور نہیں۔</p> <p>اقول: سبحان اللہ! بلکہ ہم صرف امام اعظم کے مقلد ہیں کچھ اور نہیں، پھر آپ کے نزدیک ہمارے افتاء کی حقیقت کیا ہے؟ صرف دوسروں کے اقوال کی نقل و حکایت! تو وہ کون ہے جس نے ہم پر اپنے امام کے قول کی حکایت حرام کر دی اور اہل مذہب میں سے دیگر حضرات کے قول کی حکایت واجب کر دی؟</p>	<p>مذہبہ دون مذہب غیرہ ولذا نقول ان مذہبنا حنفی لایوسفی ونحوہ⁴⁶ اھ ای الشیبانی فی نسبة الی ابی یوسف او محمدرضی اللہ تعالیٰ عنہم وقال فی شرح العقود الحنفی انما قلد ابا حنیفة ولذا نسب الیہ دون غیرہ⁴⁷ اھ</p> <p>قوله وانما نحکی فتواہم لا غیر⁴⁸۔</p> <p>اقول: سبحن اللہ - بل انما نقلد امامنا لا غیر ثم - لیس افتاؤنا عندکم الاحکایة قول غیرنا فمن الذی حرم علینا حکایة قول امامنا و اوجب حکایة قول غیرہ من اهل مذہبنا</p>
---	---

ف۱: تطفل علی الخیر و علی ش

ف۲: تطفل علی الخیر و علی ش

46 ردالمحتار مطلب صحیح عن الامام اذا صح الحدیث الی الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶

47 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۳

48 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۳

<p>اگر وہ ترجیح دینے والے حضرات ہیں تو وہ امام پر ترجیح یافتہ نہیں ہو سکتے۔ علامہ شامی، مشائخ کو "دلیل امام" سے آگاہی ہوئی اور انہیں یہ معرفت حاصل ہوئی کہ قول امام کا ماخذ کیا ہے!</p> <p>اقول: یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ اور کس دلیل سے آپ کو اس کی دریافت ہوئی؟ امام سے تو صرف مسائل منقول ہیں دلائل منقول نہیں اصحاب نے اجتہاد کر کے ان مسائل کی دلیلوں کا استخراج کیا، یہ بھی ہر ایک نے اپنے مبلغ علم اور منتہائے فہم کے اعتبار سے کیا اور کوئی بھی امام کی منزل کو نہ پاسکا بلکہ ان کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچا، اور زیادہ تر تو یہ ہے کہ یہ حضرات ان کی گرد پا کو بھی نہ پاسکے۔ اگر کہنا ہے تو یوں کہئے کہ ہاں مشائخ کو "قول امام کی دلیل" سے آگاہی ملی یہ نہ کہئے کہ "امام کی دلیل" سے آگاہ ہوئے سیدی طحاوی پر خدا کی رحمت ہو وہ حواشی در مختار کتاب القضاء میں رقم طراز ہیں قول امام کے خلاف کسی قول</p>	<p>فان كانوا مرجحين بالكسر فليسوا مرجحين على الامام بالفتح قول ش المشائخ اطلعوا على دليل الامام وعرفوا من اين قال⁴⁹۔</p> <p>اقول: من اين عرفتم هذا وبأى دليل اطلعتم عليه انما المنقول² عن الامام المسائل دون الدلائل واجتهد الاصحاب فاستخرجوا لها دلائل كل حسب مبلغ علمه ومنتهى فهمه ولم يدركوا اشاوه ولا معشاره ولربما لم يلحقوا غبارا فان قلتتم فقولوا اطلعوا على دليل قول الامام ولا تقولوا على دليل الامام ورحم الله سیدی ط اذ قال في قضاء حواشی الدر قد يظهر قوة قوله (ای لاهل النظر</p>
---	--

ف۱: معروضۃ علی العلامة ش۔

ف۲: فائدہ: امام سے مسائل منقول ہیں دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قول امام کا ضعف لازم آنا درکنار دلیل امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا، ممکن کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔

49 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

<p>میں اہل نظر کو کبھی قوت نظر آتی ہے، یہ اس صاحب نظر کے علم و ادراک کے لحاظ سے ہوتا ہے اور واقع میں اس کے برخلاف ہوتا ہے، یا کسی ایک دلیل کے لحاظ سے اسے ایسا معلوم ہوتا ہے جبکہ صاحب مذہب کے پاس کوئی اور دلیل ہوتی ہے جس سے یہ آگاہ نہیں۔ اھ</p> <p>علامہ شامی: حضرات مشائخ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے قول امام سے انحراف اس لئے اختیار کیا کہ انہیں ان کی دلیل کا علم نہ تھا۔</p> <p>اقول اولاً: تو کیا حضرت امام کے متعلق یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہیں وہ دلیل نہ مل سکی جو مشائخ کو مل گئی، اس لئے انہوں نے ایک ایسی چیز پر اعتماد کر لیا جسے مشائخ نے ضعیف ہونے کی وجہ سے ساقط کر دیا؟ خدارا انصاف! دونوں میں سے کون سا گمان زیادہ بعید ہے؟ یہ مشائخ اگر اپنے امام کے مبلغ علم کو نہ پاسکے تو اس میں ان کی کوئی بے عزتی نہیں</p>	<p>فی قول خلاف قول الامام بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذہب دلیل آخر لم یطلع علیہ⁵⁰ اھ</p> <p>قوله ولا یظن بهم انهم عدلوا عن قوله لجهلهم بدلیلہ⁵¹</p> <p>اقول: اولاً^۱ اظن به انه لم یدرک ما ادرکوا فاعتمد شیئاً اسقطوه لضعفه فیاً للانصاف ای الظنین ابعده</p> <p>ثانیاً: لیس فیہ^۲ ازراء بهم ان لم یبلغوا مبلغ امامهم</p>
--	--

۱-: معروضۃ علیہ

۲-: معروضۃ علیہ

⁵⁰ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب القضاء، المکتبۃ العربیہ بیروت ۱۷۶/۳

⁵¹ شرح عقود رسم الفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

<p>اس پایہ بلند تک نارسائی تو مجتہدین فی المذہب میں سب سے عظیم شخصیت امام ثانی قاضی ابو یوسف سے ثابت ہے، کسی اور کا کیا ذکر و شمار؟ امام ابن حجر مکی شافعی کی کتاب "الخیرات الحسان" میں ہے۔</p> <p>(۱) خطیب امام ابو یوسف سے روای ہیں کہ مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو ابو حنیفہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر، اور اس میں پائے جانے والے فقہی نکات کی جگہوں کا علم رکھتا ہو۔</p> <p>(۲) یہ بھی فرمایا کسی بھی مسئلے میں جب میں نے ان کی مخالفت کی پھر اس میں غور کیا تو مجھے یہی نظر آیا کہ امام نے جو مذہب اختیار کیا وہی آخرت میں زیادہ نجات بخش ہے، بعض اوقات میرا میلان حدیث کی طرف ہوتا تو بعد میں یہی نظر آتا کہ امام کو حدیث کی بصیرت مجھ سے زیادہ ہے۔</p> <p>(۳) یہ بھی فرمایا جب امام کسی قول پر پختہ حکم کر دیتے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا کوئی اثر ملتا ہے یا نہیں؟ بعض مرتبہ دو تین حدیثیں مل جاتیں، میں لے کر امام کے پاس آتا تو ان میں سے کسی حدیث کے بارے میں وہ فرماتے کہ یہ صحیح نہیں یا غیر معروف ہے، میں عرض</p>	<p>وقد ثبت^۱ ذلك عن اعظم المجتہدین فی المذہب الامام الثانی فضلا عن غیرہ فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر لمکی الشافعی روى الخطیب عن ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التي فیہ من الفقه من ابی حنیفة وقال^۲ ایضا ما خالفتہ فی شیعئ قط فتدبرته الارأیت مذہبه الذی ذہب الیہ انجی فی الأخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی^۳ وقال کان اذا صمم علی قول درت علی مشائخ الکوفة هل اجد فی تقویۃ قوله حدیثا او اثرا؟ فر بما وجدت الحدیثین والثلاثة فأتیتہ بها فمنها ما یقول فیہ هذا غیر صحیح او غیر معروف فأقول</p>
---	--

ف: فائدہ جلیلیہ: اجلہ اکابر ائمہ دین معاصر ان امام اعظم وغیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تصریحات کہ امام ابو حنیفہ کے علم و عقل کو اوروں کا علم و عقل نہیں پہنچتا، جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔

<p>کرتا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، یہ تو آپ کے قول کے موافق بھی ہے؟ وہ فرماتے ہیں میں اہل کوفہ کے علم سے اچھی طرح باخبر ہوں۔ (۴) امام اعش کے پاس حاضر تھے، حضرت اعش سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے، انہوں نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا، تم ان مسائل میں کیا کہتے ہو؟ امام نے جواب دیا، حضرت اعش نے فرمایا، یہ جواب کہاں سے اخذ کیا؟ عرض کیا آپ کی انہی احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور متعدد حدیثیں مع سندوں کے پیش کر دیں، اس پر حضرت اعش نے فرمایا کافی ہے، میں نے سو دنوں میں تم سے جو حدیثیں بیان کیں وہ تم ایک ساعت میں مجھے سنائے دے رہے ہو، مجھے علم نہ تھا کہ ان احادیث پر تمہارا عمل بھی ہے، اے فقہا! تم طیب ہو اور ہم عطار ہیں، اور اے مرد کمال! تم نے تو دونوں کنارے لئے۔</p> <p>اقول "مجھے معلوم نہ تھا کہ ان احادیث پر تمہارا عمل بھی ہے" امام اعش نے یہ اس لئے فرمایا کہ احادیث میں انہیں امام کے استنباط کردہ احکام کی کوئی جگہ نظر نہ آئی تو فرمایا کہ مجھے علم نہ تھا</p>	<p>له وما علمك بذلك مع انه يوافق قولك؟ فيقول انا عالم بعلم اهل الكوفة، وكان عند الاعمش - فسئل عن مسائل فقال لابي حنيفة ماتقول فيها؟ فاجابه قال من اين لك هذا؟ قال من احاديثك التي رديتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكل الطرفين⁵² اه</p> <p>اقول: وانما قال ما علمت الخ لانه لم يرد في تلك الاحاديث موضعاً لتلك الاحكام التي استنبطها منها الامام فقال ما علمت</p>
---	--

ف: استاد المحررین امام اعش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و استاذ امام اعظم نے امام سے کہا: اے گروہ فقہا تم طیب ہو اور ہم محدثین عطار، اور اے ابو حنیفہ تم نے دونوں کنارے لئے۔

<p>کہ یہ احکام تم ان احادیث سے اخذ کرتے ہو۔ (۵) امام اجل حضرت سفیان ثوری نے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آپ پر تو وہ علم منکشف ہوتا ہے جس سے ہم سبھی غافل ہوتے ہیں۔ (۶) یہ بھی فرمایا جو ابو حنیفہ کی مخالفت کرے اسے اس کی ضرورت ہوگی کہ مرتبہ میں ابو حنیفہ سے بلند اور علم میں ان سے زیادہ ہو، اور ایسا ہونا بہت بعید ہے، (۷) ابن شبرمہ نے امام سے کہا، عورتیں آپ کا مثل پیدا کرنے سے عاجز ہیں، آپ کو علم میں ذرا بھی تکلف نہیں (۸) ابو سلیمان نے فرمایا: ابو حنیفہ ایک حیرت انگیز شخصیت تھے، ان کے کلام سے وہی اعراض کرتا ہے جسے اس کی قدرت نہیں ہوتی۔ اور علی (۹) بن عاصم نے</p>	<p>انك تأخذ هذه من هذه⁵³ وقد قال الامام الاجل فـ سفین الثوری لامامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه ليكشف لك من العلم عن شيء كنا عنه غافلون⁵³ وقال ايضاً ان الذي يخالف ابا حنيفة يحتاج الى ان يكون اعلى منه قدرا وافر علماً وبعيد ما يوجد ذلك⁵⁴ وقال له ابن شبرمة عجزت النساء ان يلدن مثلك ما عليك في العلم كلفة⁵⁵ وقال ابو سليمان كان ابو حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجبا من العجب وانما يرغب عن كلامه من لم يقو عليه⁵⁶ وعن علي بن فـ عاصم</p>
--	--

- ف۱: امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابو حنیفہ ک خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔
- ف۲: امام شافعی نے فرمایا تمام جہاں میں کسی کی عقل ابو حنیفہ کے مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا "اگر ابو حنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے ابو حنیفہ کی عقل غالب آئے۔ امام بکر بن جمیش نے کہا: اگر ان کے تمام اہل زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابو حنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ واکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آئے۔

⁵³ الخیرات الحسان الفصل الثانی ایچ ایم سعید کمپنی ص ۱۱۳

⁵⁴ الخیرات الحسان الفصل الثالث مطبع استنبول ترکیہ ص ۱۶۰

⁵⁵ الخیرات الحسان الفصل الثانی ایچ ایم سعید کمپنی ص ۱۰۹

⁵⁶ الخیرات الحسان الفصل الثالث ایچ ایم سعید کمپنی ص ۸۲

<p>فرمایا: اگر نصف اہل زمین کی عقلوں کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ کی عقل تولی جائے تو یہ ان سب پر بھاری پڑ جائے۔</p> <p>(۱۰) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ابو حنیفہ سے زیادہ صاحب عقل عورتوں کی گود میں نہ آیا یعنی جہاں میں کسی کی عقل ان کے مثل نہیں بکر (۱۱) بن حبیش نے کہا: اگر ابو حنیفہ کی عقل اور ان کے زمانے والوں کی عقل جمع کی جائے تو ان سب کی عقلوں کے مجموعہ پر ان کی عقل غالب آجائے یہ سبھی اقوال الخیرات الحسان سے نقل ہوئے۔</p> <p>(۱۲) محمد بن رافع راوی ہیں کہ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں، شریک اور داؤد حضرت ابو حنیفہ کی بارگاہ کے سب سے کمسن طفل مکتب ہی تو تھے، کاش لوگ ان کے اقوال کو سمجھ پاتے،</p> <p>(۱۳) مرو کے امام بزرگ سہل بن مزاحم فرماتے ہیں جس نے بھی ان کی مخالفت کی، اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے اقوال کو سمجھ نہ سکا، یہ دونوں قول مناقب امام کر دری سے منقول ہیں، سیدی (۱۴) عارف باللہ امام شعرانی کی میزان الشریعة الکبریٰ</p>	<p>قال لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اهل الارض لرجح بهم⁵⁷،</p> <p>وقال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابی حنیفة⁵⁸ وقال بکر بن حبیش لو جمع عقله وعقل اهل زمانه لرجح عقله علی عقولهم⁵⁹ الكل من الخیرات الحسان۔^۲ وعن محمد بن رافع عن یحییٰ بن ادم قال ما كان شریك و داؤد الا اصغر غلبان ابی حنیفة ولینهم كانوا یفقهون ما یقول⁶⁰ وعن سہل بن مزاحم وكان من ائمة مرو انما خالفه من خالفه لانه لم یفهم⁶¹ قوله هذان عن مناقب الامام الكردری،^۳ وفي میزان الشریعة الکبریٰ لسیدی العارف</p>
--	--

⁵⁷ الخیرات الحسان الفصل العشرون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۲

⁵⁸ الخیرات الحسان، الفصل العشرون، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۰۳

⁵⁹ الخیرات الحسان، الفصل العشرون، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۰۳

⁶⁰ مناقب الامام اعظم للکردری مقولہ الامام جعفر الصادق الخ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۸ / ۱

⁶¹ مناقب الامام اعظم للکردری مقولہ الامام جعفر الصادق الخ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۰۸ / ۱

<p>میں ہے، میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیا میں سے اہل کشف کے سوا کسی کو ان کی اطلاع نہیں ہو پاتی، اھ۔ علامہ شامی: حضرات مشائخ نے دلائل قائم کر کے اپنی کتابیں بھر دی ہیں۔ اقول: ساری دلیلیں درایۃ قائم کی ہیں، روایت نہیں، اب ان کی درایت کو امام کی درایت سے کیا نسبت؟ علامہ شامی: اس کے بعد بھی یہ لکھتے ہیں کہ فتویٰ مثلاً امام ابو یوسف کے قول پر ہے اقول: یہ اس لئے کہ ان پر وہ دلیل ظاہر نہ ہوئی جو امام پر ظاہر تھی، اور یہ حضرات اہل نظر ہیں اس لئے انہیں اسی دلیل کی پیروی کرنی تھی جو ان پر ظاہر ہوئی، کیونکہ خود امام کا ارشاد ہے</p>	<p>الامام الشعرانی سمعت سیدی^{۶۲} علیاً الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول مدارک الامام ابی حنیفۃ دقیقۃ لا یکاد یطلع علیہا الا اهل الکشف من اکابر الاولیاء اھ^{۶۲} قوله شحنا وکتبہم بنصب الادلۃ^{۶۳} اقول: درایۃ^۲ لا روایۃ وایین الدرایۃ من الدرایۃ۔ قوله ثم یقولون الفتویٰ علی قول ابی یوسف مثلاً^{۶۴} اقول: لانہم^۳ لم یظہر لہم ما ظہر للامام وھم اهل النظر فلم یسعہم الاتباع ما عن لہم وذلک قول الامام لا یحل لاحد ان یفتی الخ</p>
---	---

- ۱۔ امام شعرانی شافعی اپنے پیرومرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی معلوم نہیں ہوتی۔
۲۔ معروضۃ علی العلامة ش
۳۔ معروضۃ علیہ

^{۶۲}میران الشریعۃ الکبریٰ فصل فیما نقل عن الامام احمد من ذمۃ الراۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۱ / ۷۶

^{۶۳}شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

^{۶۴}شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

<p>کہ ہمارے ماخذ کی دریافت کے بغیر کسی کو ہمارے قول پر افتاء روا نہیں۔ اگر ان مشائخ پر بھی وہ دلیل ظاہر ہوتی جو امام پر ظاہر ہوئی تو بلاشبہ یہ تابعدار ہو کر حاضر ہوتے۔ علامہ شامی: تو ہمارے ذمے یہی ہے کہ حضرات مشائخ کے اقوال نقل کر دیں۔</p> <p>اقول: یہ اس کے ذمے ہوگا جس نے امام کی تقلید چھوڑ کر مشائخ کی تقلید اختیار کر لی ہو، مقلد امام کے ذمے تو وہی نقل کرنا اور اسی کو لینا ہے جو امام نے فرمایا۔ علامہ شامی: اس لئے کہ یہی حضرات مذہب کے تابع ہیں۔</p> <p>اقول: ایسا ہے تو متبوع، تابع سے زیادہ مستحق اتباع ہے۔ علامہ شامی: ان حضرات نے مذہب کے اثبات و تقریر کی ذمہ داری اٹھار کھی ہے۔</p> <p>اقول: بہ سرو چشم! یہاں تو کلام تغیر مذہب سے متعلق ہے۔</p>	<p>ولو ظهر لهم ما ظهر له لا تواليه مذعنين قوله فعلينا حكاية ما يقولونه⁶⁵ اقول: فـ¹ هذا على من ترك تقليده الى تقليد هم اما من قلده فعليه حكاية ما قاله والاخذ به - قوله لانهم هم اتباع المذهب⁶⁶ اقول: فالمتبوع فـ² احق بالاتباع من الاتباع قوله نصبوا انفسهم لتقريره⁶⁷ اقول على الرأس فـ³ والعين وانما الكلام في تغييره-</p>
---	---

فـ¹: معروضة عليه

فـ²: معروضة عليه

فـ³: معروضة عليه

⁶⁵ شرح عقود رسم المفتي رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور 1/ ۲۹

⁶⁶ شرح عقود رسم المفتي رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور 1/ ۲۹

⁶⁷ شرح عقود رسم المفتي رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور 1/ ۲۹

<p>علامہ شامی: بقول علامہ قاسم جیسے ان حضرات کی اپنی حیات میں فتویٰ دینے کی صورت میں ہوتا۔</p> <p>اقول: اولاً خدا آپ پر رحم فرمائے، بتائے اگر امام دنیا میں باحیات ہوتے اور یہ حضرات بھی باحیات ہوتے، پھر امام بھی فتویٰ دیتے اور یہ بھی فتویٰ دیتے تو آپ کس کی تقلید کرتے؟</p> <p>ثانیاً: علامہ قاسم کا کلام صرف ان مسائل سے متعلق ہے جن میں فتوے مشائخ کی جانب ہی رجوع کرنا ہے اس لئے کہ ان مسائل میں امام سے کوئی روایت ہی نہیں، یا امام سے روایت مختلف آئی ہے، یا ان چھ اسباب میں سے کوئی سبب موجود ہے جن کا ذکر مقدمہ پنجم میں گزرا کہ یہ تو خود امام ہی کی تقلید ہے۔</p> <p>میں اس پر آپ ہی کی اور خود علامہ قاسم کی شہادت عادلہ پیش کرتا ہوں انہیں اپنی مراد کا زیادہ علم ہے شرح عقود میں آپ رقم طراز ہیں کہ علامہ محقق شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکھا ہے مجتہدین ہمیشہ ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے</p>	<p>قوله عن العلامة قاسم كما لو افتوا في حياتهم⁶⁸</p> <p>اقول: اولاً رحمة الله^{ف۱} رأيت ان كان الامام حياً في الدنيا وهؤلاء احياء وافتوا اياكنت تقلد</p> <p>وثانياً^{ف۲} انما كلام العلامة فيما فيه الرجوع الى فتوى المشائخ حيث لا رواية عن الامام واختلف الرواية عنه او وجد شيئاً من الحوامل الست المذكورة في الخامسة فانه عين تقليد الامام۔</p> <p>وانا آت^{ف۳} عليه ببينة عادلة منكم ومن نفس العلامة قاسم فهو اعلم بمراده قلتم في شرح^{ف۴} عقودكم قال العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه ان المجتهدين لم يفقدوا حتى</p>
--	--

ف۱: معروضة عليه

ف۲: معروضة عليه

ف۳: معروضة عليه

ف۴: معنی کلام العلامة قاسم علینا اتباع ما رجوه

68 شرح عقود رسم الفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۹

نظر وافی بالمختلف و رجحوا و صححوا فشهدت مصنفاتهم بترجيح قول ابى حنيفة والاخذ بقوله الا فى مسائل يسيرة اختاروا الفتوى فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الآخر مع الامام كما اختاروا قول احمدهما فيما لانس فيه للامام للمعاني التى اشار اليها القاضى بل اختاروا قول زفرى مقابلة قول الكل لنحو ذلك وترجيحاً لهم وتصحيحاً لهم بأقوية فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا فى حياتهم⁶⁹ اه

وكلام الامام القاضى سيأتى عند سرد النقول بتوفيق الله تعالى صرح فيه ان العمل بقوله رضى الله تعالى عنه وان خالفاه الالتماعل بخلافه او تغير الحكم بتغير الزمان

مقام اختلاف میں نظر کر کے ترجیح و تصحیح کا کام سرانجام دیا، ان کی تصنیفات شاہد ہیں کہ ترجیح امام ابو حنیفہ ہی کے قول کو حاصل ہے اور ان ہی کا قول ہر جگہ لیا گیا ہے؛ مگر صرف چند مسائل ہیں جن میں ان حضرات نے صاحبین کے قول پر، یا صاحبین میں سے کسی ایک کے قول پر، اگرچہ دوسرے صاحب امام کے ساتھ ہوں فتویٰ اختیار کیا ہے جیسے انہوں نے صاحبین میں سے کسی ایک کا قول اس مسئلے میں اختیار کیا ہے جس میں امام سے کوئی صراحت وارد نہیں، اس اختیار کے اسباب وہی ہیں جن کی جانب قاضی نے اشارہ کیا، بلکہ کسی ایسی ہی وجہ کے تحت انہوں نے سب کے قول کے مقابلہ میں امام زفر کا قول اختیار کیا ہے، ان حضرات کی ترجیحات اور تصحیحات آج بھی باقی ہیں تو ہمارے ذمے یہی ہے کہ راجح کی پیروی کریں اور اسی پر کاربند ہوں جیسے ان حضرات کے اپنی حیات میں ہمیں فتوے دینے کی صورت میں ہوتا، اھ۔

امام قاضی کا کلام جلد ہی بیان نقول کے سلسلے میں بتوفیقہ تعالیٰ آ رہا ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ عمل قول امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہوگا اگرچہ صاحبین ان کے خلاف ہوں مگر اس صورت میں جب کہ تعامل اس کے برخلاف ہو یا تغیر زمان کی وجہ سے حکم بدل گیا ہو

69 شرح عقود رسم المفتی، رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور 1/۲۷

<p>تو بجزہ تعالیٰ یہ روشن ہو گیا کہ علامہ قاسم کا ارشاد (ہمارے ذمہ اسی کی پیروی ہے جسے ان حضرات نے راجع قرار دے دیا) صرف اس صورت سے متعلق ہے جس میں امام سے کوئی صراحت وارد نہ ہو، اور اسی سے ملحق وہ صورت بھی ہے جس میں امام سے روایت مختلف آئی ہو یا ان چھ اسباب میں سے کوئی ایک موجود ہو اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے اس لئے کہ اس سے سارے پردے بالکل اٹھ جاتے ہیں، اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، بابرکت، دائمی حمد۔ علامہ قاسم کی عبارت جو علامہ شامی نے اس مقام پر اول اقتصار کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے، وباللہ العصمۃ، اور محفوظ رکھنا خدا ہی سے ہے۔</p> <p>مثلاً: بفرض غلط اگر علامہ قاسم کا مقصود وہی ہوتا جو آپ مراد لے رہے ہیں تو یہ ان کے استاد محقق علی الاطلاق کے اس ارشاد کے مقابلہ میں مرجوح ہوتا جسے آپ نے بھی نقل کیا اور قبول کیا کہ انہوں نے قول صاحبین پر افتاء کے</p>	<p>فتبین ولله الحمد ان قول العلامة قاسم علينا اتباع ما رجوه انما هو فيما لانس فيه للامام ويلحق به ما اختلف فيه الرواية عنه اوفى احدى الحوامل الست فاحفظه حفظاً جيداً ففيه ارتفاع الحجب عن آخرها والله الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ابداً وهذه عبارة العلامة قاسم التي اوردها السيد ههنا ملتقطاً من اولها وأخرها لو تأملها تماماً ما لبا كان ليخفى عليه الامر وكثيراً ما تحدث امثال الامور لاجل الاقتصار وباللله العصمة۔</p> <p>وثالثاً على فرض الغلط لو اراد العلامة قاسم ما تريدون لكان محجوجاً بقول شيخه المحقق حيث اطلق الذي نقلتموه وقبلتموه من رده مراراً وعلی</p>
--	---

فـ۱: معروضۃ علی العلامة ش

<p>باعث بارہا مشائخ کا رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: قول امام سے عدول نہ ہوگا سوا اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔ تو کہ علامہ شامی: علامہ ابن شلبی سے نقل کرتے ہوئے مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ صراحت کر دی ہو کہ فتویٰ امام کے سوا کسی اور کے قول پر ہے، اقول اولاً: (۱) دیگر مشائخ اس مفتی کے موافق ہیں (۲) یا اس کے مخالف ہیں (۳) یا ساکت ہیں کہ انہوں نے کسی قول کو ترجیح نہ دی، یہاں تک کہ کسی قول کی نہ علت پیش کی، نہ اس پر بحث کی، نہ اسے اپنی تصنیف میں متن بنایا، نہ کسی ایک پر اقتصار کیا، نہ وجوہ اختیار و ترجیح میں سے کوئی اور صورت اپنائی، یہ تیسری صورت (سکوت) واقع ہی نہیں اور دوسری صورت میں کلام ابن شلبی پر منع ظاہر ہے (یہ وہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قول امام کے بجائے قول دیگر پر فتویٰ دیا باقی تمام حضرات قول امام ہی پر فتوے دیتے ہیں اور اس مفتی کے مخالف ہیں) تمام اصحاب ترجیح کی جانب سے ترجیح یافتہ قول امام سے محض ایک شخص کے</p>	<p>المشائخ افتاء هم بقولها قائلان انه لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله۔ قوله عن العلامة ابن الشلبى الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوى على قول غيره⁷⁰ اقول: اولاً - سائرهم موافقون لهذا المفتي او مخالفون له او ساكتون فلم يرجحوا شيئاً حتى في التعليل والجدل ولا بوضعه متناً او الاقتصار او التقديم او غير ذلك من وجوه الاختيار۔ الثالث لم يقع والثاني ظاهر المنع وكيف يعدل عن قول الامام المرجح من عامة اصحاب الترجيح بفتوى رجل واحد قال في الدر في تنجس البئر قال من وقت العلم فلا يلزمهم</p>
---	--

فـ۱: معروضۃ علی العلامة ش

70 شرح عقود رسم المفتی رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۷/۱

<p>فتوے کے باعث انحراف کیوں ہوگا؟ در مختار کے اندر کنواں ناپاک ہونے کے مسئلے میں صاحبین فرماتے ہیں جب سے علم ہو اس وقت سے ناپاک مانا جائے گا تو اس سے قبل لوگوں کو کچھ لازم نہ ہوگا کہا گیا: اسی پر فتویٰ ہے۔ اھ</p> <p>علامہ شامی فرماتے ہیں، اس کے قائل صاحب جو ہرہ ہیں، فتاویٰ عتابی میں ہے قول صاحبین ہی مختار ہے۔ اھ</p> <p>طحطاوی فرماتے ہیں: قیل (کہا گیا) سے تعبیر اس لئے فرمائی کہ علامہ قاسم نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ یہ عامہ کتب کے خلاف ہے کثیر کتابوں میں دلیل امام کو ترجیح دی گئی ہے وہی احوط بھی ہے، نہر، اھ</p> <p>بلکہ در مختار میں ہے: امام کے نزدیک شبہ عقد کی وجہ سے حد نہیں جیسے اس محرم سے وطی کی صورت میں جس سے نکاح کر لیا ہو، صاحبین فرماتے ہیں اگر حرمت سے آگاہ ہے</p>	<p>شیخ قبلہ قبل وبہ یفتی⁷¹ اھ</p> <p>قال ش قائله صاحب عہ الجوہرۃ و فی فتاویٰ العتابی قولہما ہو المختار اھ⁷² قال ط وانما عبر بقیل لرد العلامة قاسم لہ لمخالفتہ لعامة الكتب فقد رجح دلیلہ فی کثیر منها وهو الاحوط نہر⁷³ اھ</p> <p>بل قال فی الدر لاحد بشبهة العقد عند الامام كوطء محرم نکحها وقال ان علم الحرمة حد و علیہ الفتوی</p>
--	---

اقول: میں نے جوہرہ میں اسے نہ دیکھا، شاید یہ ان کی سراج و ہاج میں ہو ۱۲ منہ

عہ: اقول لم ارہ فیہا لعلہ فی سراجہ الوہاج، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

⁷¹ الدر المختار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر و ارجاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۳۶

⁷² الدر المختار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر و ارجاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۳۶

⁷³ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار فصل فی البئر المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۱۳۹

<p>تو حد ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے، خلاصہ لیکن تمام شروح میں ترجیح یافتہ قول امام ہی ہے تو اس پر فتویٰ اولیٰ ہے، یہ علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکھا لیکن قہستانی میں مضمرات سے نقل ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔ اھ</p> <p>علامہ شامی فرماتے ہیں انکے لفظ "تمام شروح" پر یہ استدراک ہے اس لئے کہ مضمرات بھی شروح میں سے ہے، اس پر کلام یہ ہے کہ جو عامہ شروح میں ہے مقدم وہی ہوگا۔</p> <p>یہاں کتب فتاویٰ نے فتویٰ قول صاحبین پر رکھا، بعض معتمد شروح نے بھی ان کی موافقت کی مگر اسے قبول نہ کیا گیا اس لئے کہ عامہ شروح نے دلیل امام کو ترجیح دی۔ رہ گئی پہلی صورت (کہ دیگر مشائخ بھی اس مفتی کے ہم نوا ہیں جس نے بتایا کہ فتویٰ امام کے علاوہ کسی اور کے قول پر ہے) یہ بلاشبہ مسلم ہے، اور اس کا وجود ان ہی چھ صورتوں میں سے کسی ایک میں ہوگا، اس صورت میں خود قول امام کی جانب رجوع ہوتا ہے، اس سے انحراف نہیں ہوتا جیسا کہ معلوم ہوا۔</p> <p>ثانیاً: بطرز دیگر، بتائے کہ اگر امام نے کوئی</p>	<p>خلاصة لكن المرجح في جميع الشروح قول الامام فكان الفتوى عليه اولي قاله قاسم في تصحيحه لكن في القهستاني عن المضمرات على قولهما الفتوى⁷⁴ اھ قال ش استدراك على قوله في جميع الشروح فان المضمرات من الشروح وفيه ان ما في عامة الشروح مقدم⁷⁵ اھ</p> <p>فهنا جعلت الفتاوى على قولهما الفتوى ووافقها بعض الشروح المعتمدة ولم يقبل لان عامة الشروح رجحت دليله بقى الاول وهو مسلم ولا شك ولا يوجد الا في احدي الصور الست وح يكون عدولا الى قوله لاعنه كما علمت وثانياً بوجه آخر اريت ان قال</p>
---	--

فـا: معروضه عليه

⁷⁴ کتاب الحدود باب الوطء الذي يوجب الحد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۹

⁷⁵ رد المحتار کتاب الحدود باب الوطء الذي يوجب الحد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۴

الامام قولاً وخالفه احد صاحبيه ولا رواية عن
الأخر فافتى احد من المشائخ بقول صاحب
فان وافقه الباقون فقد مر او خالفوه فظاهر وكذا
ان خالف بعضهم ووافق بعضهم لمامر في
السابعة

اما ان لم يرد عن الباقيين شيىء وهى الصورة التى
انكرنا وقوعها فهل يجب ح اتباع تلك الفتوى
ام لا على الثانى اين قولكم علينا اتباع ما
صححوه كما لو افتوا في حياتهم فان فتوى الحياة
واجبة العمل على المستفتى وان كان المفتى واحدا
لم يخالفه غيره وليس له التوقف عن قبولها
حتى يجتمعوا او يكثروا

وعلى الاول لم يجب العدول عن قول الامام الى
قول صاحبه الا لترجح رأى صاحبه بانضمام
رأى

بات کہی اور صاحبین میں سے ایک نے ان کی مخالفت کی، دو
سرے سے کوئی روایت نہ آئی اب مشائخ میں سے کسی نے
اس ایک صاحب کے قول پر فتویٰ دیا، تو اگر باقی مشائخ نے بھی
موافقت فرمائی تو اس کا بیان گزرا یا دیگر حضرات نے مخالفت
فرمائی تو اس کا حال ظاہر ہے۔ یوں ہی اگر بعض نے مخالفت کی
اور بعض نے موافقت کی، وجہ مقدمہ سابعہ میں بیان ہوئی،

لیکن اگر باقی حضرات سے کچھ وارد ہی نہ ہو ایہی وہ صورت
ہے جس کے وقوع سے ہم نے انکار کیا، تو اس وقت اس فتوے
کا اتباع واجب ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی آپ کا وہ قول کہاں گیا
کہ ہمارے ذمہ اسی کی پیروی ہے جسے مشائخ نے صحیح قرار دے
دیا جیسے اس صورت میں ہوتا جب وہ ہمیں اپنی حیات میں
فتویٰ دیتے اس لئے کہ زندگی کا فتویٰ مستفتی پر واجب العمل ہے
اگرچہ مفتی ایک ہی ہو، جس کا دوسرا کوئی مخالف نہ ہو، اور
مستفتی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس فتوے کو قبول کرنے سے
توقف کرے یہاں تک کہ سب فتویٰ دینے والے مجتمع
ہو جائیں یا کثیر ہو جائیں تب مانے۔

بر تقدیر اول (یعنی قول امام کو چھوڑ کر دیگر کو ترجیح دینے
والے فتوے کی اتباع واجب ہے) قول امام چھوڑ کر ان کے
شاگرد کے قول کو لینا کیوں واجب ہوا؟ صرف اس لئے کہ

هذا المفتي اليه اذ ليس هذا الافتاء قضاء يرفع
الخلاف بل ولا افتاء مفت لمن اتاه من مستفت
انما حاصله ان الرأي الفلاني ارجح عندي ،
فاذن ترجح رأي احد الصاحبين بانضمام رأي
الأخر اعلی واعظم لان كلا منهما اعلم واقدم من
جميع من جاء بعدهما من المرجحين فكل ما
خالف فيه الامام صاحباه و جب فيه ترك قوله الى
قولهما وهو خلاف الاجماع .

وثالثا على التسليم معكم ابن الشلبي وانظرو
امن معنا آخر الكلام
قوله فليس للقاضي ان يحكم بقول غيره بي
حنيفة في مسألة لم يرجح فيها قول غيره
ورجوا فيها دليل ابي حنيفة على دليله⁷⁶ -

ان کے شاگرد کی رائے اس مفتی کی رائے سے مل کر راجح
ہو گئی، کیونکہ یہ فتویٰ کوئی اختلاف ختم کرنے والا فیصلہ قاضی
نہیں، بلکہ اس کی حیثیت اس افتا کی بھی نہیں جو آ کر سوال
کرنے والے کسی مستفتی کے لئے کسی مفتی سے صادر ہوا،
اس فتوے کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ فلاں رائے میرے
نزدیک زیادہ راجح ہے جب ایسا ہے تو اگر صاحبین میں سے
ایک صاحب کی رائے کے ساتھ دوسرے صاحب کی رائے
بھی مل جائے تو اس کا راجح ہونا (کسی بعد کے مفتی کی رائے
ملنے والی صورت کی بہ نسبت) زیادہ بالاتر اور عظیم تر ہوگا، اس
لئے کہ صاحبین میں سے ہر ایک اپنے بعد آنے والے تمام
مرجعین سے زیادہ علم والے اور زیادہ مقدم ہیں تو یہ کہنے کہ
جہاں بھی صاحبین نے امام کی مخالفت کی ہو وہاں امام کا قول
چھوڑ کر صاحبین کا قول لینا واجب ہے، یہ خلاف اجماع ہے
(کوئی اس کا قائل نہیں)

ثالثاً: بر تقدیر تسلیم آپ کے ساتھ صرف ابن الشلبي ہیں، او
آخر کلام میں دیکھئے ہمارے ساتھ کون لوگ ہیں۔
علامہ شامی: قاضی کو غیر امام کے قول پر کسی ایسے مسئلہ میں
فیصلہ کرنے کا حق نہیں جس میں غیر امام کے قول کو ترجیح نہ
دی گئی ہو اور خود امام ابو حنیفہ کی دلیل کو دوسرے کی دلیل
پر ترجیح ہو۔

ف: معروضۃ علیہ

⁷⁶ شرح عقود رسم المفتی، رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۲۹

<p>اقول: پہلے جو گزر چکا یہاں اس سے بھی آگے تجاوز کیا، کیوں کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ جہاں دلیل امام کو ترجیح نہ دی گئی وہاں قاضی اور اسی طرح مفتی کو قول امام سے دوسرے کی قول کی طرف عدول جائز ہے اگرچہ اس دوسرے پر بھی ترجیح کا نشان نہ ہو، یہ مفاد اس طرح ہوا کہ انہوں نے عدم عدول کے حکم کی بنیاد ایک وجود اور ایک عدم پر رکھی ہے (۱) دلیل امام کی ترجیح کا وجود ہو (۲) اور قول غیر کی ترجیح کا عدم ہو، توجہ تک دونوں چیزیں جمع نہ ہوں عدول جائز ہوگا، حالانکہ ثقات عدول (معتد و مستند حضرات) اس اطلاق کے قائل نہیں، کیوں کہ ان دو صورتوں کو بھی شامل ہے (۱) قول امام اور قول غیر دونوں کو ترجیح ملی ہو (۲) دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہ دی گئی ہو بلاشبہ ان دونوں صورتوں میں قول امام پر ہی عمل ہوگا، اول کا بیان مقدمہ ہفتم میں گزرا، دوم سے متعلق ملاحظہ ہو، سیدی طحطاوی باب زکاة الغنم میں مسئلہ صرف الہالک الی العفو کے تحت رقم طراز ہیں معلوم ہے کہ عدم التصحیح کی صورت میں صاحب مذہب کے قول سے عدول نہ ہوگا،</p>	<p>اقول: فـ^۱ هذا تعد فوق مامر فان مفادة ان مالم يرجح فيه دليل الامام فللقاضى ومثله المفتى العدول عنه الى قول غيره وان لم يذيل ايضاً بترجيح فانه بنى الحكم بعدم العدول على وجود وعدم وجود ترجيح دليله وعدم ترجيح قول غيره فمالم يجتمعاً حل العدول ولم يقل باطلاقة الثقات العدول فانه يشمل ما اذارجعاً اولم يرجع شيئاً منهما والعمل فيهما بقول الامام لاشك مر الاول في السابعة وقال سیدی ط في زكاة الغنم مسألة صرف الہالک الى العفو من المعلوم انه عند عدم التصحیح لا يعدل عن قول صاحب المذهب⁷⁷</p>
--	---

فـ۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامۃ ابن الشبلی

فـ۲: فائدہ: حیث لا تصحیح لا يعدل عن قول الامام۔

⁷⁷ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب زکوة باب زکوة الغنم المكتبة العربية کوئٹہ ۲۰۲۱

<p>علامہ شامی: منہج الخالق میں متون مذہب کے مصنفین بعض اوقات مذہب امام کے سوا کوئی اور اختیار کرتے ہیں۔</p> <p>اقول: ہاں چھ^۱ صورتوں میں سے کسی ایک میں ایسا کرتے ہیں، یہ بعینہ قول امام ہوتا ہے ان کے علاوہ صورتوں میں اگر کوئی مصنف کسی دوسرے مذہب پر چلے تو قبول نہ کیا جائے گا، جیسا کہ مسئلہ شفق میں اس کا بیان آ رہا ہے، اسی طرح تفسیر "مصر" کا مسئلہ ہے جیسا کہ غنیہ شرح منیہ سے معلوم ہوتا ہے، اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسی کی اتنی تفصیل کی ہے جس پر اضافے کی گنجائش نہیں اب رہی یہ صورت کہ ان چھ اسباب کے بغیر تمام اصحاب متون قول امام کی مخالفت پر کام زن ہوں تو ایسا نہیں ہو سکتا، اگر کوئی دعویٰ رکھتا ہے تو اس کی کوئی ایک ہی مثال پیش کر دے، علامہ شامی، جب مشائخ مذہب نے اس دلیل کے فقدان کی وجہ سے جو ان کے حق میں شرط ہے، قول امام کے خلاف فتویٰ دے دیا تو ہم ان ہی کا اتباع کریں گے اس لئے کہ انہیں زیادہ علم ہے</p>	<p>قوله في البنية اصحاب المتون قديمشون على غير مذهب الامام⁷⁸</p> <p>اقول: نعم^۱ في احدى الوجوه الستة وهو عين قول الامام اما في غيرها^۲ فان مشي بعضهم لم يقبل كما سيأتي في مسألة الشفق ومثلها تفسير لمصر كما يعلم من الغنية شرح البنية وقد فصلناه في فتاونا بما لا مزيد عليه اما ان يمشوا قاطبة على خلاف قوله من دون الحوامل الست فحاشا، ومن ادعى فليبرز مثالا له ولو واحدا۔</p> <p>قوله واذا افتي المشائخ بخلاف قوله لفقد الدليل في حقهم فنحن نتبعهم اذ هم اعلم⁷⁹۔</p>
---	--

۱: معروضة عليه وعلى العلامة ش

۲: فائدة مشي متون على خلاف قول الامام لا يقبل

⁷⁸ منہج الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

⁷⁹ منہج الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

<p>اقول اولاً: امام کو ان سے بھی زیادہ علم ہے اور ان سے اعلم سے اعلم سے بھی زیادہ، تو زیادہ قابل اعتماد کون ہے؟</p> <p>ثانیاً: مقدمہ دوم ملاحظہ ہو، ان کے حق میں دلیل تفصیلی ہے جو انہیں نہ ملی، اور ہمارے حق میں اجمالی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے تو کیسے ہم ان کی پیروی کریں اور دلیل چھوڑ کر فقدان دلیل کی طرف جائیں؟</p> <p>علامہ شامی: یہ بات کیسے کہی جاتی ہے کہ ہمارے اوپر قول امام پر ہی فتویٰ دینا واجب ہے اس لئے کہ ہمارے حق میں (قول امام پر افتاء کی) شرط مفقود ہے حالانکہ یہ بھی اقرار ہے کہ وہ شرط مشائخ کے حق میں بھی مفقود ہے۔</p> <p>اقول: یہ محض ایک شبہ ہے جسے ہم مقدمہ سوم میں منکشف کر آئے ہیں۔ علامہ شامی: تو کیا یہ خیال ہے کہ ان حضرات نے کسی ناروا امر کا ارتکاب کیا؟</p> <p>اقول: واجب کرنے والی چیز ہمارے حق میں اور ہے ان کے حق میں اور، اعتراض مذکور اسی</p>	<p>اقول: اولاً هو اعلم^۱ منهم ومن اعلم من اعلم من اعلم منهم فأى الفريقين احق بالاتباع۔</p> <p>وثانياً انظر الثانية^۲ الدليل في حقهم التفصيلي وقد فقده في حقنا الاجمالي وقد وجدناه فكيف نتبعهم ونعدل من الدليل الى فقده۔</p> <p>قوله كيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقرانه فقد الشرط ايضاً في حق المشائخ^{۸۰}</p> <p>اقول: شبهة^۳ كشفناها في الثالثة۔</p> <p>قوله فهل تراهم ارتكبوا منكرًا^{۸۱}۔</p> <p>اقول: ف^۴ مبني على الذهول عن فرق الموجب في حقنا وحقهم</p>
--	---

۱: معروضة عليه

۲: معروضة عليه

۳: معروضة عليه

۴: معروضة عليه

^{۸۰} منحة الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

^{۸۱} منحة الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

<p>فرق سے ذہول پر مبنی ہے، اگر مقام فرق کو جمع کرنا چاہیں تو جامع یہ ہے کہ جو بھی دلیل سے الگ ہوا وہ منکر و ناروا کا مرتکب ہوا، اب ہماری دلیل ہمارے امام کا قول ہے اور ہمارے لئے اس کی مخالفت ناروا ہے، اور ان حضرات کی دلیل وہ ہے جو کسی مسئلہ میں ان پر منکشف ہو، تو اس دلیل کی طرف ان کا رجوع ناروا نہیں۔</p> <p>علامہ شامی: اسی پر شیخ علاء الدین گام زن ہیں</p> <p>اقول: در مختار کے شروع میں اور کتاب القضاء میں دونوں جگہ وہ اسی پر گام زن ہیں کہ فتویٰ مطلقاً قول امام پر ہے جیسا کہ آگے ان کا کلام آ رہا ہے، رہی ان کی یہ عبارت "اما نحن فعلمنا اتباع ما رجوحہ، ہمیں تو اسی کی پیروی کرنی ہے جسے ان حضرات نے راجح قرار دیا" تو یہ تصحیح علامہ قاسم سے ماخوذ ہے جیسا کہ رد المحتار میں آپ نے افادہ فرمایا خود در مختار ابتدائے کلام اسی طرح ہے اور اس کا حاصل جو شیخ قاسم نے انہی تصحیح میں بیان کیا الخ عبارت تصحیح کا صحیح مطلب کیا ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے، اس خوبی تنقیح پر ساری حمد خدا ہی کے لئے ہے۔</p>	<p>وان شئت الجمع مكان الفرق فالجامع ان كل من فارق الدليل فقد اتى منكر اfdليلنا قول امامنا وخلافنا له منكر ودليلهم ما عن لهم في المسألة فمبصيرهم اليه لا ينكر۔</p> <p>قوله وقد مشى عليه الشيخ علاء الدين⁸²۔</p> <p>اقول: انما في مشى في صدر الكتاب وفي كتاب القضاء معاً على ان الفتوى على قول الامام مطلقاً كما سيأتي وقوله اما نحن فعلمنا اتباع ما رجوحه فما خوذ من التصحيح كما افدتموه في رد المحتار⁸³ وقد كان صدر كلام الدر هذا وحاصل ما ذكره الشيخ قاسم في تصحيحه⁸⁴ الخ وقد علمت ما هو مراد التصحيح الصحيح والحمد لله على حسن التنقيح۔</p>
---	--

ف ا: معروضه عليه

⁸² منحة الخالق على حاشية بحر الرائق كتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء الخ سعيد كيني كراچی ۲۶۹/۲

⁸³ رد المحتار خطبة الكتاب احياء التراث العربي بيروت ۱/۵۳

⁸⁴ الدر المختار خطبة الكتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

<p>اب ہم اپنے مقصود و موعود، ذکر نقول و نصوص پر آتے ہیں۔ اقول : وباللہ التوفیق، ہمارے نزدیک جو مقرر اور طے شدہ ہے وہ ہماری بحثوں سے ظاہر ہو گیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسئلہ میں ان چھ اسباب تغیر سے کوئی رونما ہے یا نہیں، اور بر تقدیر اول حکم اس سبب کے تحت ہوگا، اور یہ امام کا قول ضروری ہوگا جس پر مطلقاً اعتماد ہے خواہ ان کا قول صوری، بلکہ ان کے اصحاب کا قول اور مرجحین کی ترجیحات بھی اس کے موافق ہوں یا نہ ہوں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے اگر یہ سبب ان حضرات کے زمانے میں رونما ہوتا وہ بھی اسی پر حکم دیتے، امام کا قول ضروری ایسا امر ہے جس کے ہوتے ہوئے نہ روایت پر نظر ہوگی نہ ترجیح پر بلکہ وہی مرجحین کا بھی قول ضروری ہے اس میں کسی زمانے کی پابندی بھی نہیں (فلاں زمانے میں سبب رونما ہو تو قول ضروری ہوگا اور فلاں زمانے میں نہ ہوگا) علامہ شامی کی شرح عقود میں ہے، اگر یہ سوال ہو کہ عرف بار بار بدلتا رہتا ہے، اگر کوئی ایسا عرف پیدا ہو جو زمانہ سابق میں نہ تھا تو کیا مفتی کے لئے یہ روا ہے کہ منصوص کی مخالفت کرے</p>	<p>اتینا علی ما وعدنا من سرد النقول علی اقصدا۔ اقول : وباللہ التوفیق، ما هو المقرر عند ناقد ظہر من مباحثنا وتفصیلہ ان المسألة اما ان يحدث فیہا شیء من الحوامل الست اولا علی الاول الحکم للحامل وهو قول الامام الضروري المعتمد علی الاطلاق سواء كان قوله الصوری بل وقول اصحابه وترجیحات المرجحین موافق له اولا علما منا ان لو حدث هذا فی زمانهم لحکموا به فقول الامام الضروري شیء لانظر معہ الی روایة ولا ترجیح بل هو القول الضروري للمرجحین ایضاً^ف ولا یتقید ذلك بزمان دون زمان قال فی شرح العقود فان قلت العرف یتغیر مرة بعد مرة فلو حدث عرف اخر لم یقع فی الزمان السابق فهل یسوغ للمفتی مخالفة المنصوص</p>
---	--

ف: حدث و حکم ضروری لاحدی الحوامل الست لایتقید بزمان۔

<p>اور عرف جدید کا اتباع کرے؟ میں جواب دوں گا کہ ہاں اس لئے کہ گزشتہ مسائل میں جن متاخرین نے منصوص کی مخالفت کی ہے ان کی مخالفت کی وجہ یہی ہے کہ زمانہ امام کے بعد کوئی اور عرف رونما ہو گیا، تو ان کی اقتداء میں مفتی کا بھی یہ حق ہے کہ عرفی الفاظ میں اپنے عرف جدید کا اتباع کرے اسی طرح ان احکام میں بھی جن کی بنیاد مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف پر رکھی تھی اور وہ عرف کسی اور عرف سے بدل گیا، لیکن یہ حق اس وقت ملے گا جب مفتی صحیح رائے و نظر اور قواعد شرعیہ کی معرفت کا حامل ہو تا کہ یہ تمیز کر سکے کہ کس عرف پر احکام کی بنیاد ہو سکتی ہے اور کس پر نہیں ہو سکتی۔</p> <p>فرماتے ہیں: میں نے رد المحتار باب القسامۃ میں، اس مسئلہ کے تحت کہ اگر غیر اہل محلہ کے کسی شخص پر قتل کا دعویٰ ہو اور اہل محلہ میں سے دو مردوں نے اس پر گواہی دی تو حضرت امام کے نزدیک یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ قبول کی جائے گی الخ، یہ لکھا ہے کہ سید حموی، علامہ مقدسی سے نقل فرماتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے قول امام پر فتویٰ دینے سے توقف کیا اور اس قول کی اشاعت سے منع کیا، کیوں کہ اس سے عام نقصان و ضرر پیدا ہوتا، اس لئے کہ جو سرکش اسے جان لے گا وہ ان مخلوقوں میں جو</p>	<p>واتباع المعروف الحادث؟ قلت نعم فان المتأخرين الذين خالفوا المنصوص في المسائل المارة لم يخالفوه الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتي اتباع عرفه الحادث في اللفاظ العرفية وكذا في الاحكام التي بناها المجتهد على ما كان في عرف زمانه وتغير عرفه الى عرف آخر اقتداء بهم لكن بعد ان يكون المفتي ممن له رأى ونظر صحيح ومعرفة بقواعد الشرع حتى يميز بين العرف الذي يجوز بناء الاحكام عليه وبين غيره⁸⁵</p> <p>قال وكتبت في رد المحتار في باب القسامۃ فيما لو ادعى الولي على رجل من غير اهل المحلة وشهد اثنان منهم عليه لم تقبل عنده وقالوا تقبل الخ نقل السيد الحموي عن العلامة المقدسي انه قال توقفت عن الفتوى بقول الامام ومنعت من اشاعته لما يترتب عليه من الضرر العام فان من عرفه من المتبردين يتجاسر على قتل</p>
---	--

⁸⁵ شرح عقود رسم المفتي من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۵۴

<p>غیر اہل محلہ سے خالی ہوں جان مارنے میں جبری اور بے باک ہو جائے گا اس اعتماد پر کہ اس کے خلاف خود اہل محلہ کی شہادت قبول نہ ہوگی، یہاں تک کہ میں نے یہ کہا کہ فتویٰ قول صاحبین پر ہونا چاہئے خصوصاً جب کہ احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، انتہی۔</p> <p>ائمہ نے فرمایا: جب زمین والا اپنی زمین کے اندر اعلیٰ چیز کی کاشت پر قدرت رکھنے کے باوجود ادنیٰ چیز کی کاشت کرے تو اس کے اوپر اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا، علماء نے فرمایا: یہ حکم جاننے کا ہے، فتویٰ دینے کا نہیں تاکہ ظالم حکام لوگوں کا مال لینے کی جرات نہ کریں عنایہ میں ہے اس قول پر یہ رد کیا گیا ہے کہ علم کا چھپانا کیونکر جائز ہوگا جب کہ وہ اگلے ہی لیں تو بجا ہوگا کیوں کہ یہی واجب ہے، اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اگر ہم اس پر فتویٰ دے دیں تو ہر ظالم ایسی زمین جو اعلیٰ کے قابل نہ ہو یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ پہلے تو اس میں زعفران وغیرہ کی کاشت ہوتی تھی، زعفران کا خراج وصول کر لے گا اور یہ ظلم و عدوان ہوگا، انتہی۔</p> <p>اسی طرح فتح القدر میں ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کے تحت مسلمانوں کے مال پر ظالموں کی چیرہ دستی ہوگی اس لئے کہ ہر ظالم دعویٰ کرے گا کہ یہ زمین زعفران وغیرہ بوئے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور اس ظلم کا</p>	<p>النفس فی المحلات الخالیة من غیر اہلہا معتدا علی عدم قبول شہادتہم علیہ حتی قلت ینبغی الفتوی علی قولہما لاسیما والاحکام تختلف باختلاف الایام انتہی⁸⁶</p> <p>وقالوا اذا زرع صاحب الارض ارضه ما هو ادنی مع قدرته علی الاعلی وجب علیہ خراج الاعلی قالوا وهذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجرأ الظلمة علی اخذ اموال الناس قال فی العنایة ورد بانہ کیف یجوز الکتمان ولو اخذوا کان فی موضعه لکونہ واجبا، واجیب باناً لو افتینا بذلک لادعی کل ظالم فی ارض لیس شأنہا ذلک انہا قبل هذا کانت تزرع الزعفران مثلا فیأخذ خراج ذلک وهو ظلم و عدوان⁸⁷ انتہی</p> <p>وکذا فی فتح القدر قالوا لایفتی بہذا المافیہ من تسلط الظلمة علی اموال المسلمین اذ یدعی کل ظالم ان الارض تصلح لزراعة الزعفران ونحوہ</p>
---	---

⁸⁶ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۴/۱

⁸⁷ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۴/۱، ۳۶۱، ۳۷۰

<p>علاج دشوار ہے۔ انتہی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اگر مفتی یا قاضی عرف اور قرآن واضح چھوڑ کر اور لوگوں کے حالات سے بے خبر ہو کر نقل شدہ حکم کے ظاہر پر جمود اختیار کر لے تو اس سے بہت سے حقوق کی بربادی اور بے شمار مخلوق پر ظلم و زیادتی لازم آئے گی اھ۔</p> <p>اقول: اسی میں سے یہ بھی ہے کہ علامہ شامی نے فتویٰ دیا کہ ایسی مسجد جس کے ارد گرد آبادی نہ رہی اور اس کے سامان بے کار ہو گئے جن کی اب ضرورت نہ رہی تو وہ دوسری مسجد میں دی جاسکتے ہیں۔</p> <p>ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ایک نیا مسئلہ درپیش آیا جس سے متعلق مجھ سے یہ استفتا ہوا کہ دمشق کے اندر جبل قاسیون کے دامن میں ایک ویران مسجد ہے جس کے کچھ پتھروں کو امیر جامع اموی کے صحن میں فرش بنانے کی خاطر لے جانا چاہتا ہے میں نے علامہ شرنبلالی کی متابعت میں فتویٰ دیا کہ ناجائز ہے کچھ دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایک چیرہ دست ظالم ان پتھروں کو اپنے لئے</p>	<p>وعلاجه صعب انتهى فقد ظهر لك ان جهود المفتي او القاضي على ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس يلزم منه تضییع حقوق كثيرة وظلم خلق كثيرين⁸⁸ اھ</p> <p>اقول: ومن ذلك افتاء السيد بنقل انقاض مسجد خرب ما حوله واستغنى عنه الى مسجد آخر</p> <p>قال في رد المحتار وقد وقعت حادثة سئلت عنها في امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب في سفح قاسيون بدمشق ليبلط بها صحن الجامع الاموي فافتيت بعدم الجواز متابعه للشرنبلالی ثم بلغني ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار لنفسه</p>
--	---

ف: مسئلہ: جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جاسکتے ہیں۔

⁸⁸ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۱/۴

<p>اٹھالے گیا یہ سن کر اپنے فتوے پر ندامت ہوئی اھ۔ اسی میں سے یہ بھی ہے کہ علامہ مقدسی کے نانا نے بربادی حقوق سے بچانے کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ صاحب حق اپنا حق خلاف جنس سے لے سکتا ہے (مثلاً کسی ظالم نے کسی کے سو روپے دبا لئے اور ملنے کی امید نہیں تو مظلوم بجائے سو روپے کے اتنے ہی کی کوئی اور چیز جو ظالم کے مال سے ہاتھ آئے لے سکتا ہے) ردالمحتار میں ہے، قسمتانی نے کہا اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ خلاف جنس سے بھی لے سکتا ہے جب کہ مالیت یکساں ہو، اس حکم میں زیادہ گنجائش ہے تو ہمارے مذہب میں اگرچہ یہ حکم نہیں مگر اسے لیا جاسکتا ہے اس لئے کہ انسان وقت ضرورت اس پر عمل کر لینے میں معذور ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے اھ، میں کہتا ہوں اس حکم سے متعلق لوگوں نے کہا کہ اس کی کوئی سند نہیں، لیکن میں نے علامہ مقدسی کی شرح نظم الکنز، کتاب الحجر میں دیکھا، وہ لکھتے ہیں کہ میرے</p>	<p>فندمت علی ما افتیت به⁸⁹ اھ ومن ذلك - افتاء جد المقدسی بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضييع الحقوق قال في ردالمحتار قال القهستانی وفيه ایماء الى ان له ان يأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة في المالیة وهذا اوسع فيجوز الاخذ به وان لم یکن مذهبناً فان الانسان یعذر في العمل به عند الضرورة كما في الزاہدی اھ قلت وهذا ما قالوا انه لامستند له لكن رأیت في شرح نظم الكنز للمقدسی من کتاب الحجر قال ونقل</p>
---	---

ف: مسئلہ: جس کے کسی پر مثلاً سو روپے آتے ہوں اور اس نے دبا لئے یا اور کسی وجہ سے ہوئے اور اسے اس سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سو
روپے کی مقدار تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آج کل اس پر فتویٰ دیا گیا ہے مگر سچے دل سے بازار کے بھاؤ سے سو روپے ہی کا مال ہو زیادہ ایک
پیسہ کا ہو تو حرام در حرام ہے۔

⁸⁹ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۲۳

<p>والد کے نانا جمال اشقر نے اپنی شرح قدوری میں نقل کیا ہے کہ، خلاف جنس سے نہ لینے کا حکم ان حضرات کے دور میں تھا کیوں کہ اس وقت حقوق کے معاملے میں شریعت کی فرمانبرداری ہوتی تھی اور آج فتویٰ اس پر ہے کہ جب قدرت مل جائے تو کسی بھی مال سے لینا جائز ہے خصوصاً ہمارے دیا رہیں۔ کیونکہ اب پیہم نافرمانی ہو رہی ہے۔</p> <p>اسی میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے بارہا فتویٰ دیا کہ کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو جائے تو نکاح سے نہ نکلے گی کیوں کہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ نکاح منقطع کرنے کی جانب پیش قدمی میں ان کے اندر ارتداد کی جسارت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے بلاد میں نہ انہیں باندی بنایا جاسکتا ہے نہ مار پیٹ کر اسلام لانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب السیر میں بیان کیا ہے، اس کی دوسری بہت سی نظیریں ہیں۔</p> <p>بر تقدیر ثانی: (اس مسئلہ میں اسباب ستہ میں سے کوئی سبب نہیں) اگر اس میں امام سے کوئی روایت ہی نہ آئی تو یہ صورت ہمارے</p>	<p>جد والدی لامہ الجمال الاشقر فی شرحہ للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لبطاً وعتہم فی الحقوق والفتاویٰ الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لا سیما فی دیارنا فی مداومتہم للعقوق⁹⁰ ھ</p> <p>ومن ذلك فتاویٰ مرآة بعدم انفساخ نکاح امرأة مسلمہ بارتدادھا لما رأیت من تجاسرهن مبادرة الی قطع العصمة مع عدم امکان استرقاقهن فی بلادنا ولا ضربهن وجبرهن علی الاسلام کما بینتہ فی السیر من فتاویٰ وینا وکم له من نظیر</p> <p>وعلی الثانی ان لم تکن فیہا روایة عن الامام فخارج عما نحن فیہ</p>
--	---

ف: مسئلہ: اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

⁹⁰ رد المحتار کتاب السرقة و احياء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳

<p>مبحث سے خارج ہے، اور بلاشبہ اس صورت میں مجتہدین فی المذہب کی جانب رجوع ہوگا، اگر روایت ہے تو امام سے روایت مختلف آئی ہے یا بلا اختلاف آئی ہے پہلی صورت میں رجوع ان ہی حضرات کی جانب ہوگا، اور جیسے بھی ہو قول امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خروج نہ ہوگا۔ اور اختلاف سے میری مراد یہ نہیں کہ روایات نوادر، ظاہر الروایہ کے خلاف آئی ہو اس لئے کہ جو ظاہر الروایہ سے خارج ہے مرجوع عنہ ہے (اس سے خود امام نے رجوع کر لیا) جیسا کہ بحر، خیر رملی، شامی وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اور امام نے جس سے رجوع کر لیا وہ ان کا قول نہ رہ گیا، اس تحقیق پر ثابت قدم رہو۔</p> <p>بصورت دوم (جب کہ روایت، امام سے بلا اختلاف آئی ہے)</p> <p>(۱) — یا تو صاحبین امام کے موافق ہوں گے (۲) یا صرف ایک صاحب موافق ہوں گے (۳) یا دونوں حضرات مخالف ہوں گے۔ پہلی صورت میں قطعاً قول امام پر عمل ہوگا اور کسی مجتہد فی المذہب کے لئے ان حضرات کی</p>	<p>ولا شك ان الرجوع اذ ذاك المجتهدين في المذہب وان كانت فاما مختلفة عنه اولا على الاول الرجوع اليهم وكيف ما كان لا يكون خروجاً عن قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولا اعنى بالاختلاف مجيبى النواذر على خلاف الظاهر فان ماخرج فـ عن ظاهر الرواية مرجوع عنه كما نص عليه البحر والخير والشامى⁹¹ وغيرهم وما رجع عنه لم يبق قولاً له فتثبت۔</p> <p>وعلى الثانى اما وافقه صاحباه او احدهما او خالفاه على الاول العمل بقوله قطعاً ولا يجوز لمجتهد في المذہب</p>
--	--

فـ: ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه

⁹¹ روا المختار مقدمه الكتاب دار احياء التراث العربى بيروت ۱/۳۶

<p>مخالفت روا نہیں، مگر استثنا یعنی اسباب ستہ والی صورتوں میں کہ یہ ان حضرات کی مخالفت نہیں، بلکہ اس کے خلاف جانے میں ان کی مخالفت ہے۔ یہی حکم دوسری صورت کا بھی ہے، جیسا کہ اس کی بھی مذکورہ حضرات نے تصریح فرمائی ہے۔ بصورت سوم، (۱) یا تو صاحبین کسی ایک حکم پر متفق ہوں گے (۲) یا امام کے مخالف ہونے کے ساتھ باہم بھی مختلف ہوں گے بصورت دوم، مطلقاً قول امام پر عمل ہوگا، اور بصورت اول (۱) یا تو مرجحین قول صاحبین کی ترجیح پر متفق ہونگے (۲) یا قول امام کی ترجیح پر متفق ہوں گے (۳) یا یہ دونوں صورتیں نہ ہوں گی، اس طرح کہ ترجیح کے معاملے میں وہ باہم اختلاف رکھتے ہوں یا سرے سے کسی کی ترجیح ہی نہ آئی ہو۔</p> <p>پہلی صورت: (صاحبین امام کے مخالف، باہم متفق ہوں اور تمام مرجحین بھی ان ہی کی ترجیح پر متفق ہوں) نہ کبھی ہوئی نہ کبھی ہو سکتی ہے مگر ان ہی چھ اسباب میں سے کسی ایک سبب کی صورت میں اگر ایسا ہے تو ہم مرجحین کا اتباع کریں گے، کیونکہ یہی ہمارے امام کا بلکہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے، صاحبین کا قول صوری بھی ہے، اور امام کا قول ضروری، اور اگر کوئی اپنی انتہائی کوشش اس بات کے لئے</p>	<p>ان یخالفہم الا فی صور الثنیاء اعنی الحوامل الست فانه لیس خلافہم بل فی خلافہ خلافہم وکذلک علی الثانی کما نصوا علیہ ایضاً۔</p> <p>وعلی الثالث اما ان یتفق علی شیء واحد او خالفاً وتخالفاً۔ علی الثانی العمل بقولہ مطلقاً وعلی الاول اما ان یتفق المرجحون علی ترجیح قولہما او قولہ اولاً ولا بان یختلفوا فیہ اولاً یأتی ترجیح شیء منہما۔</p> <p>الاول: لاکان ولا یکون قط ابداً الا فی احدی الحوامل الست وحينئذ نتبعهم لانه قول امامنا بل اثبتنا الثلثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم صوریاً لہما وضروریاً لہ، وان جہد احد غایة جہدہ ان یستخرج فرعاً من غیر الست</p>
---	--

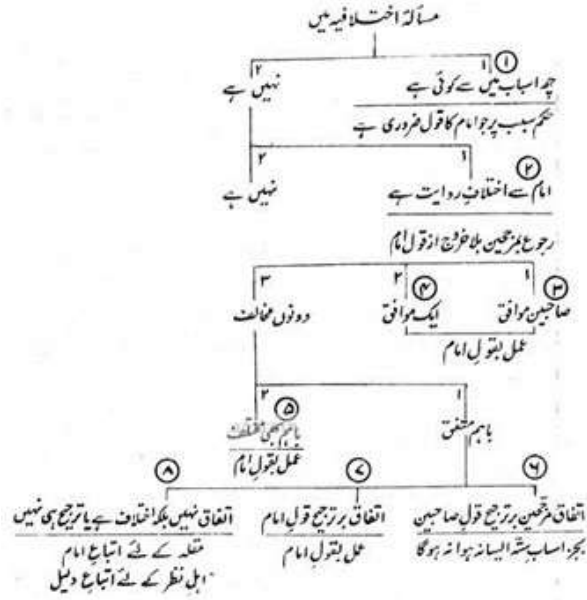
اجمع فيه المرجحون عن آخرهم على ترك قوله
واختيار قولهما فلن يجدنه ابدًا والله الحمد۔

الثاني: ظاهران العمل بقوله اجماعاً لا ينبغي ان
ينتطح فيه عنان فالسائل الى هنا لا خلاف
فيها وفيها جميعاً العمل بقول الامام مهما
وجد۔

بقي الثالث وهو ثامن ثمانية من هذه الشقوق
فهو الذي اتى فيه الخلاف فقيلاً هنا ايضاً لا
تخيير حتى المجتهد بل يتبع قول الامام وان
ادى اجتهاده الى ترجيح قولهما وقيل بل يتخير
مطلقاً ولو غير مجتهد والذي اتفقت كلماتهم
على تصحيح التفصيل بان المقلد يتبع قول
الامام واهل النظر قوة الدليل۔

صرف کر ڈالے کہ اسباب ستہ والی صورتوں کے علاوہ کوئی
ایک جزئیہ ایسا نکال لے جس میں سب کے سب مرجحین نے
قول امام کے ترک اور قول صاحبین کی ترجیح پر اجماع کر رکھا
ہو تو ہر گزہر گز کبھی ایسا کوئی جزئیہ نہ پائے گا، واللہ الحمد۔
دوسری صورت: (صاحبین مخالف امام ہیں، مرجحین قول
امام کی ترجیح پر متفق ہیں) میں ظاہر ہے کہ قول امام پر عمل
ہوگا بالاجماع اس میں کسی دو فرد کا بھی باہم نزاع نہیں
ہو سکتا، یہاں تک جو مسائل بیان ہوئے ان میں کوئی اختلاف
نہیں اور سب میں یہی ہے کہ عمل قول امام ہی پر ہے جہاں
بھی قول امام موجود ہو۔

تیسری صورت رہ گئی، یہ ان شقوق کی آٹھ صورتوں میں سے
آٹھویں صورت ہے، اسی میں اختلاف وارد ہے، ایک قول
ہے کہ یہاں بھی کوئی تخییر نہیں یہاں تک کہ مجتہد کے لئے
بھی نہیں، بلکہ اسے قول امام ہی کی پیروی کرنا ہے اگرچہ اس
کا اجتہاد قول صاحبین کو ترجیح دیتا ہو، ایک قول ہے کہ مطلقاً
تخییر ہے اگرچہ غیر مجتہد ہو، اور کلمات علماء جس کی تصحیح پر
متفق ہیں وہ یہ ہے کہ مجتہد اور غیر مقلد کا حکم یہاں الگ الگ
ہے۔ مقلد قول امام کی پیروی کرے گا، اور صاحب نظر قوت
دلیل کی پیروی کرے گا۔



<p>تو تمام صحیح معتمد کلمات اس پر متحد ثابت ہوئے کہ مقلد کو بہر صورت امام ہی کی تقلید کرنا ہے اگرچہ کسی ایک مفتی یا چند مفتیوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو کیونکہ سب کے سب مفتیوں کا اختلاف امام اقل بجز صورت استثناء۔۔۔۔۔ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور تمام تر ستائش خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور اس کا دائمی درود</p>	<p>فقد التأمّت الكلمات الصحيحة المعتمدة جميعاً على ان المقلد ليس له الاتقيد الامام وان افتى بخلافه مفت او مفتون، فان افتاء هم جميعاً بخلافه في غير صور الثنیا مکان وما یکون۔ والحمد لله رب العلمين وصلاته الدائمة على عالم مکان</p>
--	---

<p>ہو عالم ماکان ومانیکون پر، اور ان کی آل، اصحاب فرزند اور گروہ پر، ان درودوں میں سب سے افضل درود جن کا سائلوں نے سوال کیا یہ ہے وہ جو کلمات علماء کی تلخیص سے ہمیں حاصل ہو اور یہی وہ چشمہ صافی ہے جس پر "بحر" اترے۔ اب علماء کے نصوص ملاحظہ ہوں، ان حضرات کے طفیل اللہ تعالیٰ ناپیدائنی زائل کرے اور ان کے صدقے میں ہم سے ہر تکلیف و بلا دور کرے۔</p> <p>مدعا پر ۴۵ نصوص</p> <p>(۱۔۔۔ ۳) امام سرخسی کی محیط پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے، ان دو ضابطوں کی معرفت ضروری ہے اول یہ ہے کہ جب ہمارے اصحاب ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کسی بات پر متفق ہوں تو قاضی کو یہ نہیں چاہئے کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے، دوم یہ کہ جب ان حضرات میں باہم اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا قول لیا جائے گا، اس لئے کہ وہ تابعین میں سے تھے اور تابعین کے مقابلہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے اھ۔</p>	<p>وما یكون وعلى آله وصحبه وابنه وحزبه افضل ماسأل السائلون۔ هذا ما تلخص لنا من كلامهم وهم وهو المنهل الصافي الذي ورد به البحر فاستمع نصوص العلماء كشف الله تعالى بهم العباء وجلابهم عناكل بلاء وعناء۔</p> <p>خمسة واربعون نصا على المدعى</p> <p>في 'محيط الامام السرخسي ثم الفتاوى الهنديه لا بد من معرفة فصلين احدهما انه اذا اتفق اصحابنا في شئ ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ینبغی للقاضی ان یخالفہم برأیه والثانی اذا اختلفوا فیما بینہم ^۳ قال عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ یؤخذ بقول ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانه ^۴ کان من التابعین و زاحمہم فی الفتوی ^{۹۲} اھ</p>
---	---

ف: فائدہ: امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ من التابعین وقد زاحم ائمتہم فی الفتوی

^{۹۲} الفتاویٰ ہندیہ، بحوالہ محیط السرخسی کتاب ادب القاضی الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۱۲/۳

<p>(۴-۵) یہاں علامہ قاسم نے تصحیح میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں یہ اضافہ کیا: تو ان کا قول زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہو گا جب کہ عصر و زمانہ کا اختلاف نہ ہو۔</p> <p>اقول: امام سرخسی کا لفظ "اپنی رائے سے" یہ بتاتا ہے کہ ممانعت مجتہد کے لئے ہے، اور "نہیں چاہئے" کا معنی یہ ہے کہ "نہ کرے" اس کی دلیل ان کا لفظ "لابد ضروری" ہے کیوں کہ مستحب سے متعلق یہ نہ کہا جائے گا کہ "اس کی معرفت ضروری ہے" اس لئے کہ جس کا ذکر کرنا ضروری نہیں اس کا جاننا بھی ضروری نہیں علم تو عمل ہی کے لئے ہوتا ہے۔ (۶)</p> <p>امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے فتاویٰ میں ہے، ہمارے دور میں جب ہمارے مسلک کے مفتی سے کسی مسئلہ میں استفتا اور کسی واقعہ پر سوال ہو تو اگر وہ مسئلہ ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایہ میں بلا اختلاف باہمی مروی ہے تو ان ہی کی طرف مائل ہو، ان ہی کے قول پر فتویٰ دے اور اپنی رائے سے ان کی مخالفت نہ کرے، اگرچہ وہ پختہ کار مجتہد کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ حق ہمارے ائمہ کے ساتھ ہے اور ان سے متجاوز نہیں، اور اس کا اجتہاد ان کے اجتہاد کو نہیں پاسکتا۔ اور ان کے</p>	<p>ازاد العلامة قاسم فی تصحیحہ^{۹۳} ثم الشامی فی ردالمحتار فقوله اسد واقوی مالم یکن اختلاف عصر و زمان^{۹۳} اھ</p> <p>اقول: وقول السرخسی برأیه یدل ان النهی للمجتهد ولا ینبغی ای لا یفعل بدلیل قوله لا بد فلا یقال للمستحب لا بد من معرفته اذا مالا یحتاج الی فعله لا یحتاج الی معرفته انما العلم للعلم۔^۱ وفي فتاوی الامام الاجل فقیہ النفس قاضی خان المفتی فی زماننا من اصحابنا اذا استفتی فی مسألة وسئل عن واقعة انکانت المسألة مرویة عن اصحابنا فی الروایات الظاہرة بلا خلاف بینہم فانه یبیل الیہم ویفتی بقولہم ولا یخالفہم برأیه وانکان مجتهدا متقنا لان الظاهر ان یكون الحق مع اصحابنا ولا یعدوہم واجتہادہ لا یبلغ اجتہادہم و</p>
---	--

^{۹۳} ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطب ر س م المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۸

<p>مخالف کے قول پر نظر نہ کرے نہ اس کی حجت قبول کرے اس لئے کہ وہ دلائل سے آشنا تھے اور انہوں نے ثابت و صحیح اور غیر ثابت و صحیح کے درمیان امتیاز بھی کر دیا۔</p> <p>(۲) اگر مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے تو اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے صاحبین میں سے کوئی ایک ہیں تو ان ہی دونوں حضرات (امام اور صاحبین میں سے ایک) کا قول لیا جائے گا کیوں کہ ان میں شرطیں فراہم، اور دلائل صواب مجتمع ہیں (۳) اور اگر اس مسئلہ میں صاحبین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے برخلاف ہیں تو یہ اختلاف اگر عصر و زمان کا اختلاف ہے جیسے گوہ کی ظاہری عدالت پر فیصلہ کا حکم، تو صاحبین کا قول لیا جائے گا کیونکہ لوگوں کے حالات بدل چکے ہیں، اور مزارعت، معاملات اور ایسے ہی دیگر مسائل میں صاحبین کا قول اختیار ہوگا کیونکہ متاخرین اس پر اتفاق کر چکے ہیں، (۴) اور اس کے ماسوا میں بعض نے کہا کہ مجتہد کو اختیار ہوگا اور جس نتیجے تک اس کی رائے پہنچے وہ اس پر عمل کرے گا، اور عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لے گا۔ اھ</p> <p>اقول: ہمارے رب ہی کی ذات کے لئے حمد ہے، امام قاضی خاں نے ہمارے</p>	<p>لا ينظر الى قول من خالفهم ولا تقبل حجته لانهم عرفوا الا دلة وميزوا بين ما صح وثبت وبين ضده - فان كانت المسألة مختلفاً فيها بين اصحابنا فان كان مع ابي حنيفة رحمه الله تعالى احد صاحبيه يؤخذ بقولهما لوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فيهما وان خالف ابا حنيفة رحمه الله تعالى صاحبا في ذلك فان كان اختلافهم اختلاف عصر و زمان كالقضاء بظاهر العدالة يأخذ بقول صاحبيه لتغير احوال الناس وفي المزارعة والمعاملة ونحوهما يختار قولهما لاجتماع المتأخرين على ذلك وفيما سوى ذلك قال بعضهم يتخير المجتهد ويعمل بما افضى اليه رأيه وقال عبد الله بن المبارك يأخذ بقول ابي حنيفة رحمه الله تعالى⁹⁴ اھ</p> <p>اقول : ولوجه ربنا الحمد اتي بكل ما قصدناه فاستثنى</p>
--	--

⁹⁴ فتاویٰ قاضی خان فصل فی رسم المفتی نوکسور لکھنؤ ۲/۱

<p>مقصود سے متعلق سب کچھ بیان کر دیا، تعامل اور اس مسئلے کا جس میں حالات کے بدلنے سے حکم بدل گیا ہے، استثنا کر کے ہمارے ذکر کردہ اسباب سے کو جمع کر دیا، یہ صراحت بھی فرمادی کہ صاحبین میں سے کوئی ایک جب امام کے موافق ہوں تو اصحاب نظر کے لئے امام کی مخالفت روا نہیں، اگر دو نوں ہی ان کے موافق ہیں تو کیونکر روا ہوگی؟ پھر ما سوا مسائل میں جو دو قول بیان کئے ہیں ان کے درمیان مقلد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں قول اول میں تخییر کو مجتہد سے متقید کر کے یہ افادہ کر دیا کہ غیر مجتہد کو اختیار نہیں۔ اور قول دوم میں جب مجتہد کو تخییر سے منع کیا تو مقلد کو تو اور زیادہ منع کریں گے، اس طرح دو نوں قول اس بات پر متفق ٹھہرے کہ مقلد کو تخییر نہیں بلکہ اسے امام ہی کا تبع کرنا ہے، یہی مقصود ہے،</p> <p>(۱۰۔۔۔۱۰) فتاویٰ سراجیہ، ^۸النہر الفائق، پھر ^۹ہندیہ و الحموی اور بہت سی کتابوں میں ہے الفاظ سراجیہ کے ہیں۔ فتویٰ مطلقاً قول امام ابو حنیفہ پر ہوگا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد پھر امام زفر، اور امام حسن کے قول پر۔</p>	<p>التعامل وما تغير فيه الحكم لتغير الاحوال قد جمع الوجوه الستة التي ذكرناها، ونص ان اهل لنظر ليس لهم خلاف الامام اذا وافقه احد صاحبيه فكيف اذا وافقاه</p> <p>ثم ما ذكر من القولين فيما عداها لا خلف بينهما في المقلد فالاول بتقييد التخيير بالمجتهد افاد ان لا خيار لغيره والثاني حيث منع المجتهد عن التخيير فهو للمقلد امنع فاتفق القولان على ان المقلد لا يتخير بل يتبع الامام وهو المرام ^۴ وفي الفتاوى السراجية ^۵ والنهر الفائق ^۶ ثم الهندية ^۷ و الحموي وكثير من الكتب واللفظ للسراجية الفتوى على الاطلاق على قول ابى حنيفة ثم ابى يوسف ثم محمد ثم زفر ^۸ والحسن ^۹ و</p>
---	---

سراجیہ سے شرح عقود وغیرہ میں "والحسن" واو کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہی در مختار کا بھی مفاد ہے۔ لیکن میرے نسخے سراجیہ میں ثم الحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم غفرلہ

عہ: هكذا نقل عنها في شرح العقود وغيرها والحسن بالواو وهو مفاد الدر لكن في نسختي السراجية ثم الحسن واللہ تعالیٰ اعلم منه غفرلہ۔

⁹⁵ الفتاویٰ السراجیہ کتاب ادب المفتی والتنبیہ علی الجواب مطبع لوکسور کھنوص ۱۵۷

<p>اور نہر میں ثم الحسن ہے (پھر امام حسن)۔</p> <p>اقول: لفظ نہر "ثم الحسن" عمدہ ہے کیونکہ امام زفر کی ان سے برتری ناقابل انکار ہے لیکن علامہ شامی لکھتے ہیں کہ "واو" ہی کتابوں میں مشہور ہے اور ترتیب مذکور اس صورت میں مقصود ہے جب امام کا قول نہ ملے،</p> <p>(۱۱) پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شامی نے شرح عقود میں اس کی صراحت بھی فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں: جب امام کی کوئی نص نہ ملے تو امام ابو یوسف کا قول مقدم ہوگا پھر امام محمد کا۔ الخ، اور فرماتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ یہ غیر مجتہد کے حق میں ہے، رہا مفتی مجتہد تو یہ اسے اختیار کرے گا جس کی دلیل اس کے نزدیک راجح ہو</p> <p>اقول: یعنی جب امام کا قول اسے نہ ملے تو وہ ترتیب کا پابند نہیں کہ امام ثانی ہی کے قول کی پیروی کرے اگرچہ اس کا اجتہاد امام ثالث کے قول پر جائے، جیسے اس صورت میں بالاتفاق اسے اختیار نہیں جب امام کے ساتھ صاحبین یا ان میں سے ایک ہوں، اور علامہ شامی نے جس کو ظاہر کہہ کر بیان کیا وہ ظاہر ہے پھر سراجیہ</p>	<p>لفظ نہر ثم الحسن۔⁹⁶</p> <p>اقول: وهو حسن فان مكانة زفر مبالا ينكر لكن قال ش الواو هي المشهورة في الكتب اه⁹⁷ ومعنى الترتيب اى اذ الم يجد قول الامام ثم رأيت الشامى صرح به فى شرح عقوده حيث قال اذالم يوجد للامام نص يقدم قول ابى يوسف ثم محمد الخ قال والظاهر ان هذا فى حق غير المجتهد اما المفتى المجتهد فيتخير بما يترجع عنده دليله⁹⁸۔ اه</p> <p>اقول: اى اذالم يجد قول الامام لا يتقيد بالترتيب فيتبع قول الثانى وان ادى رأيه الى قول الثالث كما كان لا يتخير اتفاقا اذا كان مع الامام صاحباه او احدهما والذى استظهره ظاهر ثم قال اعنى السراجية</p>
--	---

⁹⁶ الدر المختار بحوالہ النہر کتاب القضاء، مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲۲ء، النہر الفائق شرح کنز الدقائق کتاب القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳/۵۹۹

⁹⁷ رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق ۳/۳۰۲

⁹⁸ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۷

<p>اور نہر میں یہ بھی ہے: کہا گیا کہ جب امام ابو حنیفہ ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف تو مفتی کو اختیار ہے اور قول اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو</p> <p>(۱۲-۱۵) تنویر الابصار اور^۳ در مختار میں ہے (عبارت تنویر قوسین میں ہے ۱۲م) مفتی کی طرح قاضی بھی (مطلقاً) قول امام کو لگا) یہی اصح ہے^{۱۳} منیہ و سراجیہ، اور حاوی میں قوت دلیل کے اعتبار کو صحیح کہا ہے۔ اور قول اول زیادہ ضبط والا ہے^{۱۵} نہر (اور تخییر نہ ہوگی مگر جب کہ وہ صاحب اجتہاد ہو) اھ</p> <p>(۱۶-۱۷) الطحاوی کے شروع میں ہے، مصنف نے جو ذکر کیا ہے اسی کو ۱۷ ادب المقال میں صحیح کہا ہے اھ^{۱۸} بحر میں ہے، جیسا کہ گزرا، علماء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ فتویٰ قول امام پر ہوگا، اھ</p> <p>علامہ شامی لکھتے ہیں عبارت در مختار "وہو الاصح" کا مقابل وہ ہے جو حاوی کے حوالے سے آ رہا ہے اور وہ جو جامع الفصولین میں ہے</p>	<p>والنہر وقیل اذاکان ابو حنیفۃ فی جانب و صاحبہا فی جانب فالفتی بالخیار والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہدا^{۹۹} اھ</p> <p>^{۱۰۰} وفي التنویر^{۱۰۰} والدر (یأخذ) القاضی کالمفتی (بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق) وھو الاصح منیۃ^{۱۰۱} وسراجیۃ و صحیح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرك والاول اضبط^{۱۰۲} نہر (ولا یخیر الا اذاکان مجتہدا^{۱۰۰}) اھ^{۱۰۰} وفي صدر ط ما ذکرہ المصنف صححہ فی ادب اطفال^{۱۰۱} اھ^{۱۰۱} وفي البحر کما مرقد صححوا ان الافتاء بقول الامام^{۱۰۲}</p> <p>وقال ش قوله وهو الاصح مقابله ما يأتي عن الحاوی وما فی جامع الفصولین من</p>
---	--

^{۹۹} الفتاویٰ السراجیہ کتاب ادب المفتی والتنبیہ علی الجواب مطبع لکنشور لکنص ۱۵۷، النہر الفائق شرح کنز الدقائق کتاب القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۳/ ۵۹۹

^{۱۰۰} الدر المختار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۲/ ۷۲

^{۱۰۱} حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار مقدمہ کتاب المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱۶/ ۳۸

^{۱۰۲} البحر الرائق کتاب القضاء فصل بجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی ۱/ ۲۶۹

<p>کہ اگر صاحبین میں سے کوئی ایک، امام کے ساتھ ہوں تو قول امام لیا جائے گا، اور اگر صاحبین مخالف امام ہوں تو بھی ایک قول یہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تخییر ہوگی مگر اس مسئلے کے اندر جس میں تبدیلی زمانہ کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا ہو جیسے ظاہر عدالت پر فیصلہ کرنے کا مسئلہ اور مزارعت و معاملت جیسے وہ مسائل جن میں متاخرین کا اجماع ہو چکا ہے کہ ان سب میں قول صاحبین اختیار کیا جائے گا۔ در مختار کے شروع میں ہے جیسا کہ سراجیہ وغیرہا میں مذکور ہے اصح یہ ہے کہ مطلقاً قول امام پر فتویٰ دیا جائے گا، اور حاوی قدسی میں قوت دلیل کے اعتبار کو صحیح کہا ہے۔ طحاوی لکھتے ہیں در مختار میں مذکور "اصح" کا مقابل وہ ہے جو بعد میں "صحیح فی الحاوی" حاوی نے اعتبار دلیل کو صحیح کہا لکھ کر بیان کیا ہے۔ علامہ شامی سراجیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اصح کا مقابل کلام شارح میں مذکور نہیں، فافہم (تو سمجھو) اس لفظ</p>	<p>انہ لو معہ احد صاحبیہ اخذ بقولہ وان خالفہ قیل كذلك وقيل يخير الا فيما كان الاختلاف بحسب تغیر الزمان کالحکم بظاہر العدالة وفیما اجمع المتأخرون علیہ کالمزارعة والمعاملة فیختار قولہما¹⁰³ اه وفي صدر الدر الاصح كما في السراجیة وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق وصح في الحاوی القدسی قوة المدرك¹⁰⁴ اه قال ط قوله والاصح مقابله قوله بعد وصح في الحاوی¹⁰⁵ اه وقال ش بعد نقل عبارة السراجیة مقابل الاصح غیر مذکور في کلام الشارح فافہم¹⁰⁶ اه</p>
---	---

¹⁰³ رد المختار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۳

¹⁰⁴ الدر المختار، رسم المفتی، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳/۱

¹⁰⁵ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۳۹/۱

¹⁰⁶ رد المختار، رسم المفتی، دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۱

<p>سے طحاوی پر تعریض مقصود ہے۔ اقول: یہاں چند امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے، اولاً: صاحب تنویر کا قول "مطلقاً قول امام کو لے گا" غیر مجتہد سے خاص ہے۔ مگر شارح نے عبارت متن "اور تخییر نہ ہوگی الخ" سے پہلے دونوں تصحیحوں کا تذکرہ درمیان میں رکھ دیا جس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حکم اول (اخذ قول امام) میں اطلاق ہے، یہاں تک کہ سید طحاوی نے یہ سمجھ لیا کہ شارح کا قول "صحیح فی الحاوی" اسی اطلاق کا مقابلہ ہے جو کلام مصنف میں ہے حالانکہ مصنف کی عبارت میں صراحتاً وہ اس سے مقید ہے کہ "جب کہ وہ صاحب اجتہاد نہ ہو" ثانیاً: حاوی میں جس قول کو صحیح کہا ہے بعینہ وہی ہے جسے سراجیہ، منیہ، ادب المقال وغیرہا میں صحیح کہا ہے، فرق صرف تعبیر کا ہے۔ ان حضرات نے یوں کہا کہ مقلد کو تخییر نہیں بلکہ اسے قول امام ہی کی پیروی کرنی ہے، اور حاوی نے یوں کہا کہ اصح یہ ہے کہ مجتہد کو</p>	<p>یرید بہ التعریض علی ط۔ اقول: ہننا امور لا بد من التنبیہ لہا: فأولاً: اقحم^{۱۰۷} الدر ذکر فی التصحیحین قبل قول المصنّف ولا یخیر الخ فاوہم الاطلاق فی الحکم الاول حتی قال^{۱۰۷} قوله صحیح فی الحاوی مقابل الاطلاق الذی فی المصنّف^{۱۰۷} اھ مع ان صریح نص المصنّف تقييده بما اذا لم یکن مجتهداً۔ وثانیاً: ما صححه فی الحاوی عین ما صححه فی السراجیة والمنیة وادب المقال وغیرہا وانما الفرق فی التعبير فہم قالوا الاصح ان المقلد لا یتخیر بل یتبع قول الامام وهو قال الاصح ان المجتهد</p>
--	---

ف۱: تطفل علی الدر المختار

ف۲: معروضۃ علی العلامة ط

¹⁰⁷ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار، کتاب القضاء، المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱۷۶/۳

یتخیر لان قوة الدليل انما يعرفها هو
 فيستحيل^١ ان يكون مقابل الاصح ما صححه
 في الحاوي بل مقابله التخيير مطلقا اذا خالفاه
 معاكما هو مفاد الاطلاق القيل المذكور في
 السراجية والتقيد بقول الامام مطلقا وان
 خالفاه معا والمفتي مجتهد كما هو مفاد اطلاق
 ما صدر به فيها فلا وجه^٢
 لترجيح الاول عليه بانه

تخیر ہوگی اس لئے کہ دلیل کی قوت سے آشنا وہی ہوگا، جب
 حقیقت یہ ہے تو محال ہے کہ اصح کا مقابل وہ ہو جسے حاوی میں
 اصح کہا، بلکہ اس کا مقابل یہ ہے کہ (۱) مطلقاً تخیر ہوگی جب
 کہ صاحبین مخالف امام ہوں، جیسا کہ سراجیہ میں مذکور
 قیل، کہا گیا "کا مفاد ہے، (۲) اور یہ کہ مطلقاً قول امام کی پابندی
 ہے اگرچہ صاحبین ان کے مخالف اور مفتی صاحب اجتہاد ہو
 ، جیسا کہ یہ اس کلام کے اطلاق کا مفاد ہے جسے سراجیہ کے اندر
 شروع میں ذکر کیا۔ [اس میں پہلے یہ کہا کہ "فتویٰ مطلقاً قول
 امام پر ہے"۔ پھر یہ لکھا "کہا گیا کہ جب امام ایک جانب اور
 صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے"۔ اس کے
 متصل یہ کہا کہ: "اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ
 ہو" آغاز کلام سے پتا چلا کہ مجتہد غیر مجتہد سب کے لئے قول
 امام کی پابندی ہے، درمیانی قول سے معلوم ہوا کہ مخالفت
 صاحبین کی صورت میں سب کے لئے تخیر ہے آخر والی تصحیح
 سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد کے لئے تو مطلقاً قول امام کی پابندی
 ہے اور مجتہد کے لئے مخالفت صاحبین کی صورت میں اختیار
 ہے۔ [۱۴] جب ایسا ہے تو اول کو "زیادہ ضبط والا" کہہ کر

ف۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامۃ ش

ف۲: تطفل علی النهر وعلی الدر

<p>اضبط وقد قال ح ط ش في التوفيق بين ما في السراجية والحاوي ان من كان له قوة ادراك قوة المدرك يفتي بالقول القوي المدرك والافتاترتيب¹⁰⁸ اه قال ش يدل عليه قول السراجية والاول اصح اذالم تكن المفتي مجتهدا¹⁰⁹ اه اقول: فرق التعبير^ف الا يكون خلافا حتى يوفق وبالجملة فتوهم المقابلة بينهما اعجب واعجب منه^ف ان العلامة ش تنبه له في صدر الكتاب ثم وقع فيه في كتاب القضاء فسيحلن من لا ينسى -</p>	<p>تصحیح حاوی پر اسے ترجیح دینے کا کوئی معنی نہیں [تصحیح حاوی اور تصحیح اول تو بعینہ ایک ہیں۔ ۱۲م] (۱۹-۲۱) حضرات^۹ حلہبی،^{۲۰} طحطاوی و^{۲۱} شامی نے کلام سراجیہ اور کلام حاوی میں تطبیق کے لئے یہ کہا: کہ جس کے پاس مدد رک و دلیل کی قوت سے آگاہی کی قدرت ہو وہ اپنے دریافت کردہ قوی قول پر فتویٰ دے گا ورنہ وہی ترتیب ہوگی ۔ شامی فرماتے ہیں، اس پر سراجیہ کی یہ عبارت دلالت کر رہی ہے، اور اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو۔ اقول: فرق تعبیر کوئی معنوی اختلاف ہے ہی نہیں کہ تطبیق دی جائے الحاصل ان دونوں تصحیحوں میں مقابلہ کا تو ہم بہت عجیب ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ کہ علامہ شامی شروع کتاب میں اس پر متنبہ ہوئے پھر کتاب القضاء میں جا کر اس وہم میں پڑ گئے۔ تو پاکی اس ذات کے لئے جسے فراموشی و نسیان نہیں۔</p>
---	--

ف۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامة ح وعلی ط وعلی ش

ف۲: معروضۃ علی ش

¹⁰⁸ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، رسم المفتی، المكتبة العربية کوئٹہ، ۳۹/۱، رد المحتار رسم المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۱

¹⁰⁹ رد المحتار رسم المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۱

<p>ثالثاً: اسی طرح اس کا مقابلہ وہ بھی نہیں جو جامع الفصولین میں ہے اس لئے کہ اس کا کلام تو بعینہ وہی ہے جو خانہ کا ہے، اسی سے "خ" کا مزدے کر نقل بھی کیا ہے، اس اختیار کو اس سے مقید کیا ہے کہ مفتی مجتہد ہو تو سب نے ایک موقف اختیار کیا ہے اور وہم اس اختیار سے پیدا ہوا ہے جو نقل میں واقع ہوا ہے۔ جامع کی عبارت اس طرح ہے</p> <p>(۲۲) اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے صاحبین میں سے کوئی ایک ہوں تو ان ہی دونوں (امام اور وہ ایک صاحب) کے قول کو لے، اور اگر صاحبین "ح" کے مخالف ہو تو اگر ان حضرات کا اختلاف بلحاظ زمان ہے، تو صاحبین ہی کا قول لے۔ اور مزارعت و معاملات میں صاحبین ہی کا قول اختیار کرے کیوں کہ اسی پر اجماع متاخرین ہے، ان صورتوں کے ماسوا میں ایک قول یہ ہے کہ مجتہد کو تخییر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام "ح" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول لینا ہے۔ اس سے شبہہ منکشف ہو گیا۔</p> <p>رابعاً: سب سے اہم اس وہم کو دور کرنا ہے جو عبارت در مختار نے پیدا کیا کہ حاوی کے نزدیک قوت دلیل کے اعتبار کو اصح</p>	<p>ثالثاً: كذلك لا يقابله ما في جامع الفصولين فانه عين ما في الخانية وانما نقله عنها برمز خ وفيه تقييد التخيير بالمجتهد فالكل و ردوا موردا واحدا وانما ينشؤ التوهم لاقتصار وقع في النقل عنه¹¹⁰ فان نصه لو مع ح رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد صاحبیه يأخذ بقولها ولو خالف ح صاحباه فلو كان اختلافهم بحسب الزمان يأخذ بقول صاحبیه وفي المزارعة والمعاملة يختار قولها لاجماع المتأخرين وفيما عدا ذلك قيل يخير المجتهد وقيل يأخذ بقول ح رضی اللہ تعالیٰ عنہ¹¹⁰ اه فانكشفت الشبهة۔</p> <p>ورابعاً: اهم من الكل فـ² دفع ما اوهبه عبارة الدر من ان تصحيح الحاوي اعتبار قوة</p>
--	--

فـ ۱: معروضه عليه

فـ ۲: تطفل على الدر

¹¹⁰ جامع الفصولین، الفصل الاول فی القضاء الخ اسلامی کتب خانہ کراچی، ۱۵/۱

<p>قرار دینا مطلقاً ہے یہ وہم پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ درمختار میں عبارت حاوی کے صرف ایک ٹکڑے پر اقتصار ہے۔ حقیقت یوں نہیں۔ کیوں کہ حاوی قدسی کی پوری عبارت یہ ہے: جب امام کے موافق ہو تو اس سے تجاوز نہ کیا جائے گا مگر اس صورت میں جب کہ ضرورت درپیش ہو اور معلوم ہو کہ اگر امام ابو حنیفہ بھی اسے دیکھتے جو بعد والوں نے دیکھا تو اسی پر فتویٰ دیتے، یہی حکم اس وقت بھی ہے جب صاحبین میں کوئی ایک، امام کے ساتھ ہو، اگر دونوں ہی حضرات ظاہر میں مخالف امام ہوں تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ظاہر قول امام کو لے، اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مفتی کو دونوں کا اختیار ہے اگر چاہے تو ظاہر قول امام پر فتویٰ دے، اور اصح یہ ہے کہ اعتبار، قوت دلیل کا ہے اھ، (حاوی قدسی) دیکھئے بعینہ وہی بات ہے جو خانیہ میں ہے ذرا بھی اس کے خلاف نہیں کیوں کہ حاوی نے بھی امام کے ساتھ موافقت صاحبین کی صورت</p>	<p>المدرک مطلق لا تقتصرہ من نصہ علی فصل واحد ولیس كذلك^{۱۱۲} ففی الحاوی القدسی متی کان قول ابی یوسف ومحمد موافق قولہ لا یتعدی عنہ الا فیما مست الیہ الضرورة وعلم انه لو کان ابو حنیفۃ رأی ماراً الا فتی بہ وکذا اذا کان احدهما معہ فان خالفاه فی الظاهر^{۱۱۱} قال بعض المشائخ يأخذ بظاهر قوله وقال بعضهم المفتی مخیر بینہما ان شاء افتی بظاهر قوله وان شاء افتی بظاهر قولہما والاصح ان العبرة بقوة الدلیل^{۱۱۱} اھ</p> <p>فہذا کما تری عین مافی الخانیة لا یخالفہا فی شیعہ فقد الزم اتباع قول الامام اذا وافقہ</p>
---	--

چاروں جگہ لفظ "ظاہر" سے مراد ظاہر الروایہ ہے ۱۲ منہ
(ت)

عہ المراد بالظاہر فی المواضع الاربعۃ ظاہر
الروایۃ منہ

^{۱۱۱} شرح عقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۶/۱

<p>میں ، اسی طرح صرف ایک صاحب کی موافقت کی صورت میں قول امام ہی کا اتباع لازم کیا ہے ، اور قوت دلیل کے اعتبار کو اصح صرف اس صورت میں قرار دیا ہے جب دونوں ہی حضرات ، مخالف امام ہوں اسے مطلقاً اصح نہ ٹھہرایا جیسا کہ عبارت در مختار نے وہم پیدا کیا اور معلوم ہے کہ دلیل کی قوت اور ضعیف کی معرفت خاص اہل نظر کا حصہ ہے تو یہ تصحیح اسی کے مطابق ہے جسے خانیہ نے مقدم رکھا ، یعنی یہ کہ مجتہد کے لئے تخییر ہے اس لئے کہ قاضی خاں اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر واشہر ہو۔</p> <p>معلوم ہو چکا کہ دونوں میں کوئی فرق و اختلاف نہیں تو اسے یاد رکھنا چاہئے تاکہ مراد حاوی سمجھنے میں لغزش نہ ہو کیوں کہ لوگ ان کا صرف آخری ٹکڑا "اعتبار ، قوت دلیل کا ہے" نقل کرتے ہیں ، جس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کا یہ حکم تمام ہی صورتوں کے لئے ہے۔</p> <p>حالانکہ یہ صرف اس صورت کے لئے ہے جب دونوں حضرات مخالف امام ہوں۔</p> <p>یہاں علامہ شامی سے کلام جامع الفصولین کی نقل میں اور صاحب در سے کلام حاوی کی نقل میں جو واقع ہو اور دونوں میں جو اختصار مغل در آیا</p>	<p>صاحبہا وکذا اذا وافقه احدهما وانما جعل الاصح العبرة بقوة الدليل اذا خالفاه معالا مطلقاً كما او هبه الدرر معلوم ان معرفة قوة الدليل وضعفه خاص باهل النظر فوافق تقديم الخانية تخییر المجتهد لانه انما - يقدم الاظهر الاشهر</p> <p>وقد علمت ان لا خلف فاحفظ هذا كيلا تنزل في فهم مرادة حيث ينقلون عنه القطعة الا خيرة فقط ان العبرة بقوة الدليل فتظن عمومه للصور وانما هو في ما اذا خالفاه معا.</p> <p>وبامثال - ما وقع ههنا في نقل ش كلام جامع الفصولين ونقل الدر كلام الحاوي وما وقع فيهما من</p>
---	---

۱: ما قدم الامام قاضی خان فهو الاظهر الاشهر -

۲: لیجتنب النقل بالواسطة مهیا امکن -

<p>ایسی ہی باتوں کے پیش نظر یہ متعین ہو جاتا ہے کہ منقول عنہ کے موجود اور دستیاب ہونے کی صورت میں اس کی مراجعت کر لینا چاہئے ہو سکتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات منکشف ہو جو نقل سے ظاہر نہیں ہوتی اگر نقل کرنے والے ثقہ و معتمد ہیں، اسے یاد رکھیں۔</p> <p>(۲۴) شرح عقود میں حاوی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر ہے: حاصل یہ کہ جب امام ابو حنیفہ اور صاحبین کسی حکم پر متفق ہوں تو اس سے عدول جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب یوں ہی جب صاحبین میں سے ایک ان کے موافق ہوں۔ لیکن جب امام کسی حکم میں صاحبین سے علیحدہ ہوں اور دونوں حضرات اس میں امام کے برخلاف ہوں تو اگر یہ بھی الگ الگ ایک ایک حکم رکھتے ہوں اس طرح کہ کسی ایک بات پر متفق نہ ہوں تو ظاہر یہی ہے کہ ترجیح قول امام کو ہوگی۔</p> <p>اقول: یہ ایک نفیس نکتہ ہے جس کا افادہ فرمایا اور ان کے ایسے عمدہ افادات بہت ہیں، اور حقیقت وہی ہے جو انہوں نے بیان کی، اس لئے کہ خانہ میں ہے، صاحبین کا قول لیا جائے گا، اور یہ بھی ہے صاحبین</p>	<p>الاقتصار المخل يتعين انه ينبغي مراجعة المنقول عنه اذا وجد فرمما ظهر شيعي لا يظهر مما نقل وان كانت النقلة ثقات معتمدين فاحفظ وقد قال في¹¹² شرح العقود بعد نقله ما في الحاوي الحاصل انه اذا اتفق ابو حنيفة وصاحبا على جواب لم يجز العدول عنه الا لضرورة وكذا اذا وافقه احدهما واما اذا انفرد عنهما بجواب وخالفاه فيه فان انفرد كل منهما بجواب ايضا بان لم يتفقا على شيعي واحد فالظاهر ترجيح قوله ايضا¹¹²۔</p> <p>اقول وهذه نفيسة افادها وكم له من فوائد اجادها والا مركبا قال لقول الخانية يأخذ بقول صاحبيه و</p>
---	--

ف: الترجيح لقول الامام اي بلا خلاف اذا خالفوا وتخالفوا

¹¹² شرح العقود رسم المفتي بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۲۶/۱

<p>کا قول اختیار ہوگا اور سراجیہ وغیرہا میں ہے کہ اور صاحبین ایک طرف ہوں۔¹¹³</p> <p>علامہ شامی آگے لکھتے ہیں لیکن جب صاحبین امام کے مخالف ہوں اور باہم ایک حکم پر متفق ہوں یہاں تک کہ امام ایک طرف ہو گئے ہوں اور صاحبین ایک طرف، تو کہا گیا کہ اس صورت میں قول امام کو ہی ترجیح ہوگی، یہ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے، اور کہا گیا کہ مفتی کو اختیار ہوگا، اور سراجیہ کا کلام "اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو"۔ یہ مفتی کے مجتہد ہونے کی صورت میں قول ثانی کی ترجیح کا افادہ کر رہا ہے، تخییر مفتی کا معنی یہ ہے کہ دلیل میں نظر کرنے کے بعد اس پر جو منکشف ہو اسی پر فتویٰ دے گا اور اس پر قول امام کی پابندی متعین نہ ہوگی اسی کی حاوی میں تصحیح کی ہے، ان الفاظ سے "اصح یہ ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہوگا اس لئے کہ قوت دلیل کا اعتبار</p>	<p>قولہا یختار قولہما وقول السراجیة وغیرہا وصاحبہا فی جانب قال واما اذا خالفاه واتفقا علی جواب واحد حتی صار هو فی جانب وھما فی جانب فقیل یترجع قوله ایضاً وھذا قول الامام عبداللہ بن المبارک وقیل یتخیر المفتی وقول السراجیة والاول اصح اذالم یکن المفتی مجتهدا یفید اختیار القول الثانی ان کان المفتی مجتهدا ومعنی تخییرہ انہ ینظر فی الدلیل فیفتی بما ینظر لہ ولا یتعین علیہ قول الامام وھذا الذی صححہ فی الحاوی ایضاً بقولہ والا صح ان العبرة لقوة الدلیل لان اعتبار قوت</p>
--	---

¹¹³ خانہ کی دونوں عبارت اس صورت سے مقید ہے جب صاحبین ہم راے ہونے کے ساتھ خلاف امام ہوں اور ان کا یہ اختلاف اصحاب ستہ کی صورتوں میں سے تغیر زماں و عرف کی حالت میں ہو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اصحاب ستہ کی بناء پر اختلاف نہ ہو اور صاحبین مخالف امام ہونے کے ساتھ ایک راے پر نہ ہوں تو ان کا قول نہیں لیا جائے گا بلکہ قول امام کا اتباع ہوگا۔ اسی طرح سراجیہ وغیرہ میں تخییر مفتی کا حکم اسی صورت میں مذکور ہے جب صاحبین ایک ساتھ ہوں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مخالفت امام کے ساتھ ان میں باہم اتفاق نہ ہو تو مفتی کے لئے تخییر نہیں بلکہ قول امام ہی کی پابندی ہے ۱۲م محمد احمد مصباحی۔

<p>کرنا مفتی مجتہد ہی کا کام ہے، تو صاحبین کے مخالف امام ہونے کی صورت میں تین قول ہو گئے: اول یہ کہ بلا تخییر قول امام ہی کا اتباع ہوگا دوم یہ کہ مطلقاً تخییر ہوگی سوم، اور وہی اصح ہے، یہ کہ مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان تفریق ہے (مجتہد کے لئے تخییر، غیر کے لئے پابندی امام) اسی پر امام قاضی خاں نے بھی جزم کیا جیسا کہ آرہا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ پہلے دونوں قولوں میں تطبیق ہے اس طرح کہ اتباع امام والے قول کو اس مفتی پر محمول کیا جو غیر مجتہد ہو اور تخییر والے قول کو اس مفتی پر محمول کیا جو مجتہد ہو، اھ</p> <p>آگے فرمایا، اس سے معلوم ہو گیا کہ صاحبین میں سے کسی ایک کے موافق امام ہونے کی صورت میں قول امام کی پابندی کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں اسی لئے امام قاضی خاں نے فرمایا اگر مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے یہاں سے آخر عبارت تک جو ہم پہلے (نص ۶ کے تحت) نقل کر آئے۔</p> <p>علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام ابواب و ضوابط میں درستی و صواب کے معترف ہیں سو اس کے کہ اس اخیر حصے پر یوں استدراک</p>	<p>الدلیل شأن المفتی المجتہد فصار فیما اذا خالفه صاحباه ثلاثه اقوال (۱) الاول اتباع قول الامام بلا تخییر (۲) الثانی التخییر مطلقاً (۳) الثالث وهو الاصح التفصیل بین المجتہد وغیره وبہ جزم قاضی خان کما یأتی والظاہر ان هذا توفیق بین القولین بحمل القول باتباع قول الامام علی المفتی الذی هو غیر مجتہد وحمل القول بالتخییر علی المفتی المجتہد¹¹⁴ اھ</p> <p>ثم قال وقد علم من هذا انه لا خلاف فی الاخذ بقول الامام اذا وافقه احدهما ولذا قال الامام قاضی خان وان كانت المسئلة مختلفاً فیها بین اصحابنا¹¹⁵ الی آخر ما قد مناعنا۔</p> <p>فقد اعترف رحمه الله تعالى بالصواب فی جمیع تلك الابواب غیر انه استدرک علی هذا الفصل</p>
--	--

¹¹⁴ شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۶، ۲۷

¹¹⁵ شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۶، ۲۷

<p>فرمایا ہے لیکن ہم پہلے بتا چکے کہ امام سے نقل شدہ ان کا ارشاد "جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے" اس پر محمول ہے جو مذہب سے بالکل خارج نہ ہو، جیسا کہ تقریر سابق سے ہم پر منکشف ہوا۔ اور اس کا منقضی یہ ہے کہ دلیل کا اتباع اس صورت میں بھی جائز ہے جب دلیل امام کے ایسے قول کے مخالف ہو جس پر صاحبین میں سے کوئی ایک، حضرت امام کے موافق ہوں۔ اسی لئے بحر میں تاتار خانہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب امام ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف تو مفتی کو تخییر ہے اور اگر صاحبین میں سے ایک، امام کے ساتھ ہوں تو ان ہی دونوں حضرات (امام اور ایک صاحب) کا قول لیا جائے گا مگر جب کہ قول دیگر پر مشائخ کا اتفاق ہو جائے تو حضرات مشائخ کا اتباع ہوگا۔ جیسا کہ فقیہ ابو الیث نے چند مسائل میں امام زفر کا قول اختیار کیا ہے۔</p> <p>(۲۵) علامہ شامی اپنے رسالہ "رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء" میں رقم طراز ہیں صاحبین یا ایک کے قول کو قول امام پر ترجیح نہ ہوگی مگر کسی موجب کی وجہ سے۔ وہ یا تو دلیل امام کا ضعف ہے، یا ضرورت اور تعامل جیسے مزارعت و معاملت میں قول صاحبین</p>	<p>الاخیر بقوله لكن قد منّا ان ما نقل عن الامام من قوله اذا صح الحديث فهو مذهبي محبوب على ما لم يخرج عن المذهب بالكلية كما ظهر لنا من التقرير السابق ومقتضاه جواز اتباع الدليل وان خالف ما وافقه عليه احد صاحبيه ولهذا قال في البحر عن التتارخانية اذا كان الامام في جانب وهما في جانب خير المفتي وان كان احدهما مع الامام اخذ بقولهما الا اذا اصطاح المشائخ على القول الآخر فيتبعهم كما اختار الفقيه ابو الیث قول زفر في مسائل¹¹⁶ انتھی۔</p> <p>و^{۲۵} قال في رسالته المسماة رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء لا يرجح قول صاحبيه او احدهما على قوله الا لموجب وهو اما ضعف دليل الامام واما للضرورة والتعامل كترجيح قولهما في المزارعة والمعاملة</p>
--	--

¹¹⁶ شرح العقود رسم المفتي بحواله الجاوي القدسي رساله من رسائل ابن عابدین سهیل اکیڈمی لاہور ۱۱ / ۲۷

<p>کی ترجیح یا یہ ہے کہ صاحبین کی مخالفت عصر و زمان کے اختلاف کے باعث ہے اگر امام بھی اس کا مشاہدہ کرتے جو صاحبین کے دور میں رونما ہوا تو ان کی موافقت ہی کرتے۔ جیسے ظاہر عدالت پر فیصلہ نہ کرنے کا مسئلہ۔ اسی کے مطابق وہ بھی ہے جو علامہ محقق شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں فرمایا اس کے بعد ان کا وہ کلام ذکر کیا ہے جو ہم مقصود کلام کی توضیح میں پہلے نقل کر آئے ہیں، اس میں یہ عبارت بھی ہے ہر جگہ امام ہی کا قول لیا گیا ہے مگر صرف چند مسائل ہیں جن میں ان حضرات نے صاحبین کے قول پر، یا صاحبین میں سے کسی ایک کے قول پر۔ اگرچہ دوسرے صاحب، امام کے ساتھ ہوں۔ فتویٰ اختیار کیا ہے۔ یہی حصہ یہاں علامہ شامی کا محل استشاد ہے (کلام بالا سے مطابقت کے ثبوت میں یہی عبارت وہ پیش کرنا چاہتے ہیں)</p> <p>اقول: یہ معلوم ہو چکا کہ علامہ قاسم کا کلام مذکور اس صورت سے متعلق ہے جو ان سبھی حضرات کے قول صوری کے برخلاف ہو، کسی ایک کے برخلاف ہونا تو درکنار</p>	<p>و اما لان خلافهما له بسبب اختلاف العصر و الزمان و انه لو شاهد ما وقع في عصرهما لو افقهما كعدم القضاء بظاهر العدالة و يوافق ذلك ما قاله العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه فذكر ما قدمنا من كلامه في توضيح مرآه وفيه ان الاخذ بقوله الا في مسائل يسيرة اختار والفتوى فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الاخر مع الامام¹¹⁷ اهو محل استشاده۔</p> <p>اقول: قد علمت ان كلام العلامة قاسم فيما يخالف فيه قولهم الصوري جميعا فضلا عما اذا خالف احدهم</p>
---	--

ف: معروضه على العلامة ش

¹¹⁷ شرح العقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۷/۱

<p>یہی حال کلام تاتار خانہ کا بھی ہے۔ کیوں کہ اس میں استثنا اس صورت کا ہے جس میں امام اور امام کے ساتھ صاحبین میں جو ہیں دونوں کی مخالفت پر مرجحین کا اجماع ہو۔ اور اس صورت کا سوا ان چھ صورتوں کے کبھی وجود ہی نہ ہوگا اس صورت کے لئے یہ قید بھی نہیں کہ تینوں ائمہ میں سے کسی ایک کے موافق ہی ہو دیکھ لیجئے ایسی صورت میں تینوں ائمہ کو چھوڑ کر امام زفر کا قول اختیار کرنے کا ذکر گزر چکا ہے۔</p> <p>اب رہا اذا صح الحدیث اور ضعیف دلیل کا معاملہ تو یہ دونوں بھی اس صورت کو شامل ہیں جو تینوں ہی ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برخلاف ہو دیکھئے امام طحاوی نے متعدد مسائل میں ان سبھی حضرات کی مخالفت کی ہے ان ہی میں سے حرمت ضنب (ایک جانور) کا مسئلہ ہے۔ اور محقق علی الاطلاق نے رضاعی باپ اور رضاعی بیٹی کی بیوی کی حرمت میں سب کی مخالفت کی ہے۔ تو کلام اسی صورت سے خاص کیوں رکھا جائے جس میں صاحبین میں سے کوئی ایک موافق امام ہوں؟</p>	<p>و کذا کلام^۱ التاترخانیة فانه انما استثنی ما اجمع فیہ المرجحون علی خلاف الامام ومن معہ من صاحبیہ ولا یوجد قط الا فی احد الوجوه الستة وح^۲ لا ینتقید بوفاق احد من الائمة الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم الاتری^۳ الی ذکر اختیار قول زفر۔</p> <p>اما حدیثا اذا صح الحدیث^۴ وضعف الدلیل^۵ فشا ملان ما یخالف الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم الاتری ان الامام الطحاوی خالفہم جیبعا فی عدة مسائل منها تحريم الضب والمحقق حیث اطلق فی تحريم حلیلة الاب والابن رضاعاً فکیف یخص الکلام بما اذا وافقه احدهما دون الآخر۔</p>
---	--

۱: معروضۃ علیہ

۲: معروضۃ علیہ

۳: معروضۃ علیہ

۴: معروضۃ علیہ

۵: معروضۃ علیہ

<p>فان قلت اذا وافقاه فلا خلاف عندنا ان المجتهد في مذهبه لا يسعه مخالفتهم فلاجل هذا الا جماع يخص الحديثان بما اذا خالفه احدهما۔</p> <p>قلت كذا لا خلاف فيه عندنا اذا كان معه احد صاحبيه رضی الله تعالى عنهم كما اعترفتم به تصريحاً۔</p>	<p>اگر یہ کہئے: کہ جب صاحبین موافق امام ہوں تو ہمارے یہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ مجتہد فی المذہب کے لئے ان حضرات کی مخالفت روا نہیں اسی اجماع کی وجہ سے اذا صح الحدیث اور ضعیف دلیل کے معاملے کو اس صورت سے خاص رکھا جائے گا جس میں صاحبین میں سے کوئی ایک مخالف امام ہوں۔</p> <p>تو میں کہوں گا: اسی طرح ہمارے یہاں اس بارے میں اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں جب صاحبین میں سے کوئی ایک موافق امام ہوں جیسا کہ آپ نے صراحتہ اس کا اعتراف کیا۔</p>
---	--

[الحاصل تفصیل بالا سے یہی ثابت ہوا کہ اذا صح الحدیث اور ضعف دلیل والی صورتوں میں مجتہد کے لئے جواز ہے کہ وہ اپنی دستیاب حدیث اور اپنی نظر میں قوی دلیل کی رو سے تینوں ائمہ کے خلاف جاسکتا ہے۔ لیکن اس تحقیق پر یہ اعتراض ضرور پڑے گا کہ اس کے لئے تینوں حضرات کی مخالفت کا جواز کیسے ہو سکتا ہے جبکہ علماء نے بالاتفاق یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جب تینوں ائمہ متفق ہوں یا امام کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ایک متفق ہوں تو ان کے اتباع سے قدم باہر نکلنے کی گنجائش نہیں۔ یہ اجماع مطلقاً مجتہد اور غیر مجتہد دونوں کے حق میں ہے۔ اختلاف ہے تو اس صورت میں جبکہ صاحبین باہم متفق اور امام کے مخالف ہوں اگر وہ تحقیق درست ہے تو اس اجماعی ممانعت کا معنی کیا ہے؟ اور اس کھلے ہوئے تضاد کا حل کیا ہے؟۔۔۔ اسی کا حل رقم کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں ۱۲ مترجم]

<p>فالاوجه عندی ان معنی نہی المجتهد عنہ نہی المقلد ان يتبعه فيه نهياً وفاقياً بخلاف</p>	<p>تو بہتر جواب اور حل: میرے نزدیک یہ ہے کہ اس مخالفت سے مجتہد کی ممانعت کا مطلب مقلد کو اس بارے میں مجتہد مخالف کی متابعت سے باز رکھنا ہے (یعنی الفاظ</p>
---	--

<p>تو یہ ہیں کہ مجتہد مخالفت نہ کرے مگر مقصود یہ ہے کہ مقلد ایسی مخالفت کی پیروی نہ کرے۔ رہا مجتہد تو جب اس کے خیال میں ائمہ ثلاثہ کے خلاف حدیث صحیح موجود ہے، یا ان کے مذہب کے برخلاف قوی دلیل عیاں ہے تو اسے اپنے اجتہاد کو کام میں لانے اور ائمہ کے خلاف جانے سے روکا نہیں جاسکتا۔ اگر اسے روکا گیا ہے تو اس سے مقصود مقلد ہے کہ وہ تینوں یا ان دو اماموں کی مخالفت کی صورت میں اس مجتہد کی پیروی نہ کرے (۱۲ مترجم)۔ بخلاف اس صورت کے جس میں صاحبین باہم متفق اور امام کے مخالف ہوں (کہ اس میں مقلد کے لئے مجتہد مخالف کی پیروی سے بالاجماع ممانعت نہیں) کیونکہ اس صورت میں ایک قول یہ بھی ہے کہ تخییر عام ہے۔ یعنی مجتہد وغیر مجتہد ہر ایک کو مخالفت کا اختیار ہے، جیسا کہ گزرا، تو اگر مقلد کسی ایسے مرجح کی پیروی کر لے جن نے قول صاحبین کو ترجیح دی ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کا اسے اختیار ہوگا۔</p>	<p>مَاذَا خَالَفَاهُ فَإِنَّ فِيهِ قِيلًا أَنْ التَّخْيِيرَ عَامٌ كَمَا سَبَقَ فَلَا يُتَّبَعُ مَرَجِحًا رَجَحَ قَوْلَهُمَا أُولَىٰ وَرَبْمَا يُلْمَحُ إِلَيْهِ قَوْلُ الْمُحَقِّقِ ۚ حَيْثُ أُطْلِقَ فِي مَسْأَلَةِ الْجَهْرِ بِالتَّمَا مِينَ لَوْ كَانَ إِلَىٰ فِي هَذَا شَيْعٍ لَوْفَقَتْ بِأَنَّ رَوَايَةَ الْخَفْضِ يَرَادُ بِهَا عَدَمُ الْقَرَعِ الْعَنِيفِ وَرَوَايَةَ الْجَهْرِ بِمَعْنَىٰ قَوْلِهَا فِي زَيْرِ الصَّوْتِ وَذِيْلِهِ ۚ الْخ ۱۱۸ فَلَمْ يَمْتَنِعْ عَنِ ابْتِدَاءِ مَا عَنِ لَهُ وَعِلْمُ أَنَّهُ لَا يُتَّبَعُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَوْ كَانَ إِلَىٰ شَيْعٍ وَاللَّهِ تَعَالَىٰ اَعْلَمُ۔</p>
---	--

اس کا کچھ اشارہ آئین بالجہر کے مسئلے میں محقق علی الاطلاق کے اس کلام میں بھی جھلکتا ہے، وہ فرماتے ہیں: اگر اس بارے میں مجھے کچھ اشارہ ہوتا تو یوں تطبیق دیتا کہ آہستہ کہنے والی روایت سے مراد یہ ہے کہ

ف فائدہ: امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آئین میں مخالفت مذہب کی جرات نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں یوں دونوں قولوں میں اتفاق کرتا کہ نہ زور سے ہونہ بالکل آہستہ مسلمانو! انصاف، ان اکابر کی تو یہ کیفیت، اور جاہلان بے تمیز کہ ان اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلہ کو تیار۔

¹¹⁸ فتح القدير، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۷/۱

کرخت آواز نہ ہو اور جسروالی کی روایت کا معنی یہ ہے کہ آواز کے انداز اور آواز کے ذیل میں ادا کرے یہاں محقق علیہ الرحمہ اپنی رائے کے اظہار سے باز نہ رہے اور انہیں معلوم تھا کہ اس بارے میں ان کی متابعت نہ ہوگی اس لئے یہ بھی فرمایا کہ "اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا"۔
واللہ تعالیٰ اعلم!

<p>اور اس طرز پر نہیں آنا کہ توجہ کسی کی جانب ہو اور مقصود کوئی اور ہو، کوئی اجنبی و نامعروف چیز نہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "تو ہر گز تجھے اس کے (قیامت کے) ماننے سے وہ نہ روکے جو اس پر ایمان نہیں لاتا" اور رب عزوجل کا فرمان ہے: "اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے" پہلی آیت میں نہی ان کے لئے ہے جو ایمان نہیں رکھتے مگر "مقصود یہ ہے کہ ان کی رکاوٹ تم قبول نہ کرو" اسی طرح دوسری آیت میں کہ وہ سبک نہ کریں اور مقصود یہ ہے کہ "تم ان کے استخفاف کا اثر نہ لو"</p> <p>(۲۷) امام بزرگ صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید پھر طحاوی اوقات الصلاة میں ہے میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اھ</p>	<p>ومجیبی النهی علی هذا الاسلوب غیر مستنکر ان یتوجه الی احد والمقصود به غیرہ قال تعالیٰمَنْ...بِهَا¹¹⁹ وقال عزوجل¹²⁰ ای لا تقبل صدہ و لا تنفعل با ستخفافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔</p> <p>وفی^{۲۷} کتاب التجنیس والمزید للامام الاجل صاحب الهدایة ثم ط من اوقات الصلوة الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال¹²¹ اھ</p>
--	--

ف: قد ینہی زید والمقصود نہی عن غیرہ۔

¹¹⁹ القرآن ۱۶/۲۰

¹²⁰ القرآن ۶۰/۳۰

¹²¹ حاشیہ طحاوی علی الدر المختار، جوالہ التجنیس کتاب الصلوة المكتبة العربیة کوئٹہ ۱۷۵/۱

<p>(۲۸) طحاوی اوقات الصلاة میں یہ بھی ہے: در میں جو ذکر کیا ہے کہ شفق کے بارے میں فتویٰ قول صاحبین پر ہے، کہ اس پر علامہ نوح آفندی نے یہ تعاقب کیا ہے کہ: اس پر اعتماد جائز نہیں اس لئے کہ قول امام پر قول صاحبین کو ترجیح نہیں دی جاسکتی مگر ضعف دلیل، یا ضرورت، یا تعامل، یا اختلاف زمان جیسے کسی موجب کے سبب۔ اھ</p> <p>(۲۹) یہ گزر چکا کہ محقق علی الاطلاق نے قول صاحبین پر افتا کے باعث مشائخ پر اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر رد کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ قول امام سے عدول نہ ہوگا سو اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔ اھ</p> <p>(۳۰-۳۱) اسے علامہ شامی نے بھی بحر کی طرح نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے۔</p> <p>اقول: محقق علی الاطلاق نے ضعف دلیل کی صورت کے علاوہ اور کسی صورت کا استثناء نہ کیا اس کی وجہ معلوم ہو چکی ہے اور صورتوں میں</p>	<p>وفي ط منها قد تعقب^{۲۸} نوح افندی ما ذكر في الدرر من ان الفتوى على قولهما (اي في الشفق) بانه لا يجوز^{۲۹} الاعتماد عليه لانه لا يرجع قولهما على قوله الا لوجب من ضعف دليل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان^{۱۲۲} اھ</p> <p>ومر رد^{۲۹} المحقق حيث اطلق على المشائخ فتوهم بقولهما في مواضع من كتابه وانه قال لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله^{۱۲۳} اھ</p> <p>وقد^{۳۰} نقله شواقرة كالبحر^{۳۱}</p> <p>اقول ولم يستثن ما سواه لما علمت ان ذلك عين العمل بقول الامام لا عدول عنه فمن^۲ ف-^۲ استثنائها</p>
---	---

ف- مسئلہ: در بارہ وقت عشا جو قول صاحبین پر بعض نے فتویٰ دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں۔
 ف- توفیق نفیس من المصنف بین عبارات الائمة فی تقدیم قول الامام المختلفہ ظاہرا۔

^{۱۲۲} حاشیہ طحاوی علی الدر المختار، بحوالہ التجنیس کتاب الصلوٰۃ المكتبة العربیہ کوئٹہ ۱۵۱/۱

^{۱۲۳} شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۴/۱

<p>در اصل بعینہ قول امام پر عمل ہے جس سے عدول نہیں ہو سکتا تو جن حضرات نے استثناء کیا ہے جیسے خانیہ، تصحیح، جامع الفصولین، بحر، خیر، رفع الغشاء، علامہ نوح وغیرہم۔ انہوں نے ظاہر صورت پر نظر کی ہے۔ اور جنہوں نے استثناء نہیں کیا انہوں نے معنی کا لحاظ کیا ہے۔ پھر اگر ضعف دلیل کا استثناء کر دیا۔ جیسے محقق علی الاطلاق نے اس میں مجتہد کا اعتبار کیا ہے۔ اور اگر کچھ بھی استثناء کیا جیسے امام صاحب ہدایہ اور امام اقدم عبداللہ بن مبارک تو یہ مقلد کے حق میں حکم اطلاق پر جاری ہے۔</p> <p>بجہ تعالیٰ اس تفصیل و تطبیق سے روشن ہوا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے نشانہ لگا رہے ہیں اور سب کا یہ مقصود ہے کہ مقلد کے لئے صرف اتباع امام کا حکم ہے یہ اتباع امام کے قول صورتی کا ہوگا اگر قول ضروری اس کے خلاف نہ ہو، ورنہ قول ضروری کا اتباع ہوگا۔</p> <p>(۳۲۔۔۔۔۔۳۶) شرح عقود میں ہے میں نے^{۳۳} بعض کتب متاخرین میں قاضی القضاة شمس الدین حریری شارح ہدایہ کی کتاب^{۳۴} ایضاً الاستدلال علی ابطال الاستبدال سے منقول یہ دیکھا کہ^{۳۵} صدر الدین سلیمان نے فرمایا ان فتاویٰ کی حیثیت یہی ہے کہ یہ مشائخ کی ترجیحات اور ان کے اختیار کردہ اقوال و احکام ہیں تو یہ کتب مذہب کے مقابل نہیں ہو سکتے۔</p>	<p>كالخانية والتصحيح وجامع الفصولين والبحر والخير ورفع الغشاء ونوح وغيرهم نظر الى الصورة ومن ترك نظر الى المعنى فان استثنى ضعف الدليل كالمحقق فنظرة الى المجتهد وان لم يستثن شيئا كالامام صاحب الهداية والامام الاقدم عبداللہ بن المبارك فقله ماش على ارساله في حق المقلد۔</p> <p>فظهر والله الحمد ان الكل انما يرمون عن قوس واحدة ويرومون جميعاً ان المقلد ليس له الاتباع الامام في قوله الصوري ان لم يخالفه قوله الضروري والاففى الضروري</p> <p>وفي^{۳۲} شرح العقود رأيت في^{۳۳} بعض كتب المتأخرين نقلا عن^{۳۴} ايضاح الاستدلال على ابطال الاستبدال لقاضى القضاة شمس الدين الحريري احد شراح الهداية ان^{۳۵} صدر الدين سليمان قال ان هذه الفتاوى هي اختيارات المشائخ فلا تعارض كتب المذهب</p>
--	--

<p>فرماتے ہیں کہ یہی بات ہمارے دوسرے شیوخ بھی فرماتے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔</p> <p>(۳۷۔۔۔۳۸) خیر یہ پھر^{۳۸} شامی کا کلام گزر چکا کہ ہمارے نزدیک مقرر اور طے شدہ یہی ہے کہ صورت ضرورت کے سوا فتویٰ اور عمل امام اعظم ہی کے قول پر ہوگا۔ اگرچہ مشائخ تصریح فرمائیں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ اھ</p> <p>(۳۹۔۔۔۴۰) بحر پھر^{۳۹} شامی کا یہ کلام بھی گزر چکا کہ قول امام پر ہی افتا واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا ماخذ اور دلیل کیا ہے۔ اھ</p> <p>(۴۱۔۔۔۴۲) رد المحتار میں^{۴۲} بحر سے نقل ہے قول امام سے قول صاحبین کی جانب ضعف دلیل یا قول امام کے خلاف صورت مزارعت جیسے تعامل کی ضرورت کے سوا عدول نہ ہوگا اگرچہ مشائخ کی صراحت یہ ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اھ علامہ شامی نے منحة الخالق میں بھی اس کلام بحر کو اسی طرح برقرار رکھا ہے۔</p>	<p>قال وكذا^{۳۶} كان يقول غيره من مشائخنا وبه اقول¹²⁴ اھ وتقدم قول الخیر^{۳۷} ثم ش^{۳۸} المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم الا لضرورة وان صرح المشائخ ان الفتوى على قولهما¹²⁵ اھ</p> <p>وايضاً قول^{۳۹} البحر ثم ش^{۴۰} يجب الافتاء بقول الامام وان لم يعلم من اين قال¹²⁶ اھ</p> <p>وفي^{۴۱} رد المحتار قد قال في^{۴۲} البحر لا يعدل عن قول الامام الى قولهما او قول احدهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه</p> <p>كالمزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما¹²⁷ اھ وهكذا اقره^{۴۳} في منحة الخالق۔</p>
---	---

124 شرح عقود سم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۳۶/۱

125 رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحيح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۹/۱، الفتاویٰ الخیر یہ کتاب الشادات دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۳

126 البحر الرائق کتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء الخ المصنف ای سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹، رد المحتار اذا تعارض التصحيح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۹/۱

127 رد المحتار کتاب الصلوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴۰/۱

<p>(۴۴) در مختار کتاب النکاح میں باب الولی سے ذرا پہلے یہ مسئلہ ہے کہ مرد یا عورت نے دعویٰ کیا کہ اس سے میرا نکاح ہو چکا ہے اس دعویٰ پر جھوٹے گواہ بھی پیش کردئے اور قاضی نے ثبوت نکاح کا فیصلہ بھی کر دیا تو عورت اس مرد کے لئے حلال ہو جائے گی اور صاحبین کے قول پر حلال نہ ہوگی شرنبلالیہ میں مواہب کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔ اس کے تحت رد المختار میں یہ کلام ہے کمال نے فرمایا قول امام اوجہ ہے (بہتر و بادلیل ہے) میں کہتا ہوں جب قول امام اوجہ ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ ضرورت یا قول امام کی دلیل ضعیف ہونے کے سوا اور کسی حال میں قول امام سے عدول نہ ہوگا جیسا کہ منظومہ رسم المفتی اور اس کی شرح میں ہم واضح کر چکے ہیں۔</p> <p>(۴۵) اسی (رد المختار) میں بہہ مشاع کے بیان میں ہے جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہی ظاہر الروایہ ہے، اسی پر امام محمد کا نص ہے اور اسی کو ان حضرات نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے تو ظاہر ہو گیا کہ عمل اسی پر ہوگا اگرچہ یہ صراحت کی گئی ہو کہ مفتی بہ اس کے خلاف ہے۔ اھ</p> <p>یہ ہیں علماء کے نصوص اور ان کی تصریحات</p>	<p>۴۴ و فیہ من النکاح قبیل الولی فی مسألة دعوی النکاح منه او منها ببینة الزور وقضاء القاضی بها عند قول الدر تحل له خلافا لهما وفي الشرنبلالیة عن المواہب وبقولہما یفتی¹²⁸ ما نصہ قال الکمال قول الامام اوجہ قلت و حیث کان الاوجہ فلا یعدل عنه لما تقرّر انه لا یعدل عن قول الامام الا لضرورة او ضعف دلیلہ کما اوضحناہ فی منظومۃ رسم المفتی و شرحہا¹²⁹ اھ</p> <p>۴۵ و فیہ من ہبۃ المشاع حیث علمت انه ظاہر الروایۃ ونص علیہ محمد و رووہ عن ابی حنیفۃ ظہر انه الذی علیہ العمل وان صرح بان المفتی بہ خلافہ¹³⁰ اھ</p> <p>ہذا نصوص العلماء رحمہم اللہ</p>
--	--

¹²⁸ الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۰/۱

¹²⁹ رد المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۳/۲

¹³⁰ رد المختار، کتاب السبہ مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱۱/۳

تعالیٰ ورحمنا بہم وہی کما تری کلہا موافقۃ لہا فی البحر ولم یتعقبہ فیما علمت الا عالمان متآخران کل منہما عاب و اب وانکر و اقرو فارق و رافق و خالف و وافق و ہما العلامۃ خیر الرملی والسید الشامی رحمہما اللہ تعالیٰ ولا عبرۃ بقول مضطرب۔

وقد علمت ان لا نزاع فی سبع صور انما ورد خلاف ضعیف فی الثامن وہی ما اذا خالفہ صاحبہا متوافقین علی قول واحد ولم یتفق المرجون علی ترجیح شیعی منہما فعند ذاک جاء قیل ضعیف مجهول القائل بل مشکوک الثبوت "ان المقلد یتبع ماشاء منہما" والصحیح المشہور المعتمد المنصور انه لا یتبع الا قول الامام والقولان کما تری مطلقاً مرسلان لانظر فی شیعی منہما لترجیح

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور ان کے طفیل ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تمام نصوص کلام بحر کے موافق ہیں اور میرے علم میں کسی نے بھی اس پر کوئی تعاقب نہ کیا سوادو متاخر عالموں کے، دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے عیب بھی لگایا اور رجوع بھی کیا، انکار بھی کیا اور اقرار بھی، مفارقت بھی کی اور مراقت بھی مخالفت بھی اور موافقت بھی یہ ہیں علامہ خیر الدین رملی اور سید امین الدین شامی رحمہما اللہ تعالیٰ، اور کسی مضطرب کلام کا یوں ہی کوئی اعتبار نہیں۔

یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس مسئلہ کی سات صورتوں میں کوئی نزاع نہیں، ایک ضعیف اختلاف صرف آٹھویں صورت میں آیا ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ صاحبین باہم ایک قول پر متفق ہوتے ہوئے امام کے خلاف ہوں اور مرجحین دونوں قولوں میں سے کسی کی ترجیح پر متفق نہ ہوں، بس اسی صورت میں ایک ضعیف قول آیا ہے جس کے قائل کا پتا نہیں، بلکہ اس کے وجود میں بھی شبہ ہے، وہ قول یہ ہے کہ مقلد دونوں میں سے جس کی چاہے پیروی کرے، صحیح مشہور معتمد منصور قول یہ ہے کہ مقلد قول امام کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے، یہ دونوں قول جیسا کہ آپ کے سامنے ہے، مطلق اور ہر طرح کی قید سے آزاد ہیں۔ کسی میں ترجیح یا عدم ترجیح کا

<p>او عدمہ۔ لکن المحقق الشامی اختار لنفسه مسلکاً جدیداً لا اعلم له فيه سنداً سديداً و هو ان المقلد لاله التخيير ولا عليه التقييد بتقليد الامام بل عليه ان يتبع المرجحين۔ قال في صدر ردالمحتار قول السراجية الاول اصح اذا لم يكن المفتي مجتهداً فهو صريح في ان المجتهد يعني من كان اهلاً للنظر في الدليل يتبع من الاقوال ما كان اقوى دليلاً والا اتبع الترتيب السابق وعن هذا تراهم قد يرجحون قول بعض اصحابه على قوله كما رجحوا قول زفر وحده في سبع عشرة مسألة فنتبع ما رجحوه لانهم اهل النظر في الدليل¹³¹ اه وقال في قضائه لا يجوز له مخالفة الترتيب المذكور</p>	<p>کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے (ضعیف میں مطلقاً اختیار دیا گیا ہے اور صحیح میں مطلقاً پابند امام رکھا گیا ہے) لیکن محقق شامی نے اپنے لئے ایک نیا مسلک اختیار کیا ہے جس کی کوئی صحیح سند میرے علم میں نہیں وہ مسلک یہ ہے کہ مقلد کو نہ اختیار ہے نہ تقلید امام کی پابندی بلکہ اس پر یہ ہے کہ مرجحین کی پیروی کرے ردالمحتار کے شروع میں لکھتے ہیں سراجیہ کی عبارت "اول اصح ہے جب کہ وہ صاحب اجتہاد نہ ہو"، اس بارے میں صریح ہے کہ مجتہد یعنی وہ جو دلیل میں نظر کا اہل ہو، اس قول کی پیروی کرے گا جس کی دلیل زیادہ قوی ہو ورنہ ترتیب سابق کا اتباع کرے گا۔ اسی لئے دیکھتے ہو کہ مرجحین بعض اوقات امام صاحب کے کسی شاگرد کے قول کو ان کے قول پر ترجیح دیتے ہیں جیسے سترہ مسائل میں تہا امام زفر کے قول کو ترجیح دی ہے تو ہم اسی کی پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے تر جیح دے دی کیوں کہ وہ دلیل میں نظر کے اہل تھے۔ اھ اور ردالمحتار کتاب القضاء میں لکھا: اس کے لئے ترتیب مذکور کی مخالفت جائز نہیں</p>
--	--

¹³¹ ردالمحتار مطلب رسم المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸/۱

<p>مگر جب کہ اسے ایسا ملکہ ہو جس سے قوت دلیل پر وہ آگاہ ہونے کی قدرت رکھتا ہے ، اسی سے پہلے قول کامل وہی ٹھہرا جو حاوی میں ہے کہ صاحب اجتہاد مفتی کے حق میں قوت دلیل کا اعتبار ہے۔ ہاں اس میں کچھ مزید تفصیل ہے جس سے حاوی نے سکوت اختیار کیا۔ تو دونوں قول اس پر متفق ہو گئے کہ اصحاب ترجیح مشائخ میں سے مجتہد فی المذہب پر مطلقاً قول امام لینا ضروری نہیں بلکہ اس کے ذمہ یہ ہے کہ دلیل میں نظر کرے اور جس قول کی دلیل اس کے نزدیک راجح ہو اس سے ترجیح دے ، اور ہمیں اس کی پیروی کرنا ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی اور جس پر اعتماد کیا جیسے وہ اگر اپنی حیات میں کہیں فتوے دیتے تو یہی ہوتا جیسا کہ شروع کتاب میں علامہ قاسم سے نقل کرتے ہوئے شارح نے اس کی تحقیق کی ہے ، اور آگے ملقط کے حوالے سے آ رہا ہے کہ اگر قاضی صاحب اجتہاد نہ ہو تو اسے مرجعین کی تقلید اور ان کی رائے کا اتباع کرنا ہے اس کے خلاف فیصلہ کر دے تو نافذ نہ ہوگا ، اور فتاویٰ ابن الشلبی میں ہے کہ قول امام سے عدول نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ تصریح کر دی ہو کہ فتویٰ کسی اور کے قول پر ہے ، اسی سے بحر کی یہ بحث ساقط ہو جاتی ہے کہ ہمیں قول امام پر ہی فتویٰ دینا ہے اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف</p>	<p>الا اذا كان له ملكة يقتدر بها على الاطلاع على قوة المدرك وبهذا رجح القول الاول الى ما في الحاوي من ان العبرة في المفتي المجتهد لقوة المدرك نعم فيه زيادة تفصيل سكت عنه الحاوي فقد اتفق القولان على ان الاصح هو ان المجتهد في المذهب من المشائخ الذين هم اصحاب الترجيح لا يلزمه الاخذ بقول الامام على الاطلاق بل عليه النظر في الدليل وترجيح ما رجح عنده دليله ونحن نتبع ما رجحوا واعتمدوه كما لو افتوا في حياتهم كما حققه الشارح في اول الكتاب نقلا عن العلامة قاسم ويأتي قريبا عن الملتقط انه ان لم يكن مجتهدا فعليه تقليد هم واتباع رأيهم فاذا قضى بخلافه لا ينفذ حكمه وفي فتاوى ابن الشلبى لا يعدل عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوى على قول غيره وبهذا سقط ما بحثه في البحر من ان علينا الافتاء بقول الامام وان افتي المشائخ</p>
---	---

<p>فتویٰ دیا ہو۔ اھ</p> <p>اقول اولاً: یہ جیسا آپ دیکھ رہے ہیں ایک نیا قول ہے۔</p> <p>ثانیاً: مزید نئی بات یہ بڑھائی کہ اس ترجیح کا بھی اتباع کرنا ہے جو ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کے برخلاف ہو، حالانکہ صریح نصوص اس کے خلاف ہیں، جیسا کہ ملاحظہ کر چکے، ہاں قول ضروری کا ہم اتباع کریں گے جہاں امام کا قول ضروری ہو، خواہ اس کے ساتھ ترجیح ہو یا نہ ہو، بلکہ ترجیح اس کے برخلاف ہو جب بھی، جیسا کہ معلوم ہوا تو اس میں ترجیح کی پیروی نہیں بلکہ قول امام کی ہے۔</p> <p>ثالثاً: محل نزاع جس کی پوری وضاحت آپ کے سامنے گزری یہاں اس سے بھی ذہول ہے بلکہ اور بھی زیادہ ہے اس لئے کہ (محل نزاع صرف وہ صورت ہے) جس میں صاحبین باہم ایک قول پر متفق ہونے کے ساتھ امام کے</p>	<p>بخلافہ¹³² اھ</p> <p>اقول اولاً^۱ 'هذا كما ترى قول مستحدث - وثانياً^۲ 'زاد احداً ثاباً باتباع الترجيح المخالف لاجتماع ائمتنا الثلاثة رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقد سمعت صرائح النصوص علی خلافہ نعم نتبع القول الضروري حیث کان وجد مع ترجیح او لا بل ولو وجد الترجیح بخلافہ كما علمت فلیس الاتباع فیہ للترجیح بل لقول الامام۔</p> <p>وثالثاً فیہ^۳ 'ذہول عن محل النزاع كما علمت تحریرہ بل فوق ذلك لان^۴ ' ماخالف فیہ صاحباه ینقسم الآن الی ستة</p>
---	---

ف۱: معروضة على العلامة ش

ف۲: معروضة عليه

ف۳: معروضة عليه

ف۴: معروضة عليه

¹³² رد المحتار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق وارجاء التراضی بیروت ۳۰۲/۳ و ۳۰۳

<p>مخالف ہوں اب اس کی چھ قسمیں ہوں گی، (۱) مرجحین قول امام کی ترجیح پر متفق ہوں (۲) یا قول صاحبین کی ترجیح پر (گزر چکا کہ یہ صورت نہ کبھی ہوئی نہ ہوگی) (۳) مرجحین کی کثرت یا لفظ ترجیح کی قوت کے باعث دونوں ترجیحوں سے ارجح، قول امام کے حق میں ہو (۴) یا قول صاحبین کے حق میں ہو (۵) دونوں قول ترجیح میں برابر ہوں (۶) یا عدم ترجیح میں برابر ہوں، ان میں سے علامہ شامی کے اختلاف کے قابل صرف چوتھی قسم ہے وہ یہ کہ دونوں ترجیحوں میں سے ارجح، قول صاحبین کے حق میں ہو مگر اب یہ دس قسموں میں سے دسویں قسم بن جاتی ہے، اور اس حد تک تعدی ہو جاتی ہے جو مقسم سے بھی اعم ہے وہ یہ کہ بہر حال ترجیح کی پیروی ہوگی خواہ مخالف امام دونوں حضرات ہوں یا ایک ہی ہوں، یا کوئی بھی مخالف نہ ہو۔</p> <p>رابعاً: بالفرض اس نوپیدا قول کا کتابوں میں کوئی نام و نشان ہو جب بھی تقلید امام کی پابندی والا قول اس پر ترجیح یافتہ اور واجب الاتباع ہوگا۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔</p>	<p>اقسام اما یتفق المرجحون علی ترجیح قولہ او قولہما او یکون ارجح الترجحین لکثرة المرجحین او قوۃ لفظ الترجیح لہ اولہما او یتساویان فیہ او فی عدمہ ولا یستأهل لخلاف السید الالرابع ان یکون ارجح الترجحین لہما فاذن ہو عاشر عشرۃ^{عہ} وقد تعدی الی ماہو اعم من المقسم ایضاً وهو اتباع الترجیح سواء خالفہ صاحباً او احدہما ولا احد۔</p> <p>ورابعاً: ان کان لہذا القول المحدث اثر فی الزبر کان قول التقليد بتقلید الامام مرجحاً علیہ و واجب الاتباع بوجوہ۔</p>
--	---

عہ: وہ اس طرح کہ امام کے مخالف صاحبین ہیں یا ایک یا کوئی نہیں (۱۔۔۔۲) اور ترجیح یا عدم ترجیح میں سب برابر ہیں (۳) اتفاق قول امام کی ترجیح پر ہے (۴) قول صاحبین پر (۵) ایک صاحب کے قول پر (۶) اس پر جو کسی کا قول نہیں (۳۔۔۔۶) کبھی واقع ہوئیں نہ ہوگی (۷) ارجح ترجیحات قول امام کے حق میں ہے۔ (۸) قول صاحبین کے حق میں (۹) ایک صاحب کے حق میں (۱۰) اس کے حق میں جو کسی کا قول نہیں۔ محمد احمد مصباحی

<p>وجہ اول : یہ امام اعظم کے شاگرد، بحر علم فقہا، محدثین اور اولیاء کے امام سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، خدا ہمیں دین، دنیا اور آخرت میں ان کی عظیم برکتوں سے فائدہ پہنچائے، حاوی قدسی میں ہے: اور آپ نے شرح عقود میں اسے نقل بھی فرمایا ہے کہ جب مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہ ملے تو ظاہر قول امام ابو یوسف، پھر ظاہر قول امام محمد، پھر ظاہر قول امام زفر و حسن وغیرہم لیا جائے گا (ظاہر سے مراد وہ جو ظاہر الروایہ میں ہو جیسا کہ حاشیہ مصنف میں گزرا ۱۲۱)۔ بزرگ تر پھر بزرگ تر، یوں ہی کبار اصحاب کے آخری فرد تک۔)</p> <p>وجہ دوم: اسی پر جمہور ہیں، اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں، جیسا کہ آپ نے</p>	<p>الاول — انه قول صاحب الامام الاعظم بحر العلم امام الفقهاء والمحدثين والاولياء سيدنا عبدالله بن المبارك رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا ببركاته العظيمة في الدين والدنيا والآخره فقد قال في الحاوي القدسي ونقلتموه انتم في شرح العقود متى لم يوجد في المسألة عن ابي حنيفة رواية يؤخذ بظاهر قول ابي يوسف ثم بظاهر قول محمد ثم بظاهر قول زفر والحسن وغيرهم الاكبر فالاكبر الى اخر من كان من كبار الاصحاب¹³³ اه</p> <p>الثاني — عليه الجمهور والعمل بما عليه^۲ الاكثر¹³⁴ كما صرحتم به</p>
---	---

۱: معروضۃ علیہ

۲: مسئلہ: جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہو، ان کے بعد امام محمد، پھر امام زفر، پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم مثل امام عبداللہ بن مبارک و امام اسد بن عمرو و امام زاہد و لیث بن سعد و امام عارف داؤد طائی وغیرہم اکابر اصحاب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال پر عمل ہو۔

۳: معروضۃ علیہ

۴: العمل بما فیہ الاكثر

¹³³ شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۶/۱

¹³⁴ رد المحتار باب المیاء فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۱/۱

<p>خود ردالمحتار اور العقود الدررہ میں اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اس پر اپنے فتاویٰ اور فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بکثرت نصوص جمع کردئے ہیں۔</p> <p>وجہ سوم: یہی وہ قول ہے جس پر تصحیحات کا توارد اور ترجیحات کا اتفاق ہے، تو اگر ترجیحات کا اتباع واجب ہے، تو اس کا قائل ہو نا بھی واجب کہ امام کی تقلید ضروری ہے اگرچہ صاحبین مطلقاً ان کے مخالف ہوں۔ اور اگر اتباع ترجیحات واجب نہیں تو سرے سے بحث ہی ساقط ہو گئی، کیونکہ یہ سارا اختلاف، ترجیحات کا اتباع واجب ہونے ہی کے بارے میں تھا، اس سے ظاہر ہوا کہ خود نزاع ہی نزاع کو ختم کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی؟</p> <p>خامسا: سید محقق ان لوگوں میں سے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں اور وہ جس بات میں چاہے جس کی چاہے تقلید کر سکتا ہے۔ منحة الخالق کی کتاب القضاء میں خود اسی بحث کے تحت لکھتے ہیں، ہاں مولف نے جو ذکر کیا ہے اس قول کی بنیاد پر ظاہر ہے کہ جس نے مذہب امام کا التزام کر لیا اس کے لئے دوسرے کی تقلید جن باتوں پر وہ عمل کر چکا ہے</p>	<p>فی ردالمحتار والعقود الدررہ واكثرنا النصوص عليه في فتاونا وفي فصل القضاء في رسم الافتاء۔</p> <p>الثالث: هو الذي تواردت عليه التصحيحات واتفقت عليه الترجيحات فان وجب اتباعها وجب القول بوجوب تقليد الامام وان خالفه مطلقاً وان لم يجب سقط البحث رأساً فانما كان النزاع في وجوب اتباع الترجيحات فظهر ان نفس النزاع يهدم النزاع وای شیخ اعجب منه۔</p> <p>وخامسا: السيد المحقق من الذين زعموا ان العامي لا مذهب له وان له ان يقلد من شاء فيما شاء وقد قال في قضاء المنحة في نفس هذا البحث نعم ما ذكره المؤلف يظهر بناء على القول بان من التزم مذهب الامام لا يحل له تقليد</p>
--	--

ف: معروضه عليه

<p>ان کے علاوہ میں بھی جائز نہیں، اور تمہیں معلوم ہے کہ تحریر کے حوالے سے ہم لکھ آئے ہیں کہ یہ قول مختار کے برخلاف ہے۔</p> <p>اقول: یہ اگرچہ ایک باطل و پامال قول تھا، بزرگ، ناصح و خیر خواہ ائمہ نے اس کے بطلان کی تصریح بھی فرمادی ہے اور اس کے ابطال کے لئے اولین و آخرین میں متعدد دکتا میں تصنیف ہوئی ہیں، اس کی وجہ سے وہابیہ غیر مقلدین کی جانب سے دین میں عظیم فتنہ بھی پیدا ہوا ہے اور خدا مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔</p> <p>یہ جائز کہنے والے علماء خدائے تعالیٰ ان</p>	<p>غیرہ فی غیر ما عمل بہ وقد علمت ما قدمناہ عن التحریر انہ خلاف المختار¹³⁵ اھ۔</p> <p>اقول - 'وهذا وان كان قبيلا باطلا مغسولا قد صرح بطلانه كبار الائمة الناصحين، و صنف في ابطاله زبر في الاولين والآخرين، وقد حدثت منه فتنة عظيمة في الدين، من جهة الوهابية الغير المقلدين، والله لا يصلح عمل المفسدين -</p> <p>ولعمرى هؤلاء البيهون² من</p>
--	---

ف ۱ مسئلہ: تقلید شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو عمل کرو باطل ہے، اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب غیر مقلد وہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا۔

ف ۲ ترجمہ فائدہ جلیلہ: بعض علماء بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کہنے کی بات ہے، دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے بلکہ برا جانتے ہیں جا بجا جس کسی مسئلہ میں بے قیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف فرمادیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرات نہ کریں پھر یہی علماء اپنے کو حنفی شافعی مالکی اور حنبلی کہلاتے رہے کبھی مذہب سے بے قیدی نہ برتی، عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علماء امت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے، اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور آدمی کو عمل کے لئے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزار ہا کتابیں اور ائمہ و اکابر کی عمروں کی کارروائیاں سب لغو و فضول میں وقت و عمر و مال برباد کرنا ہوتا اس سے بدتر کون سی شاعت ہے۔

135 منحة الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل بجوز تقلید من شاء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

<p>کے سبب ہماری مغفرت فرمائے، بخدا اگر ان کو جانچا اور آزما یا جائے تو ان کے قلوب ان کے قول سے منکر، اور ان کے اعمال اس پر شاہد ملیں گے کہ وہ اسے نہ پسند کرتے ہیں نہ اس کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ اسے اچھا نہیں جانتے بلکہ اس سے کنارہ کش رہتے ہیں، بس بحث کے طور پر اسے لکھ گئے اور بحث ہی تک بات رہ گئی اعتقاد و عمل کوئی اس کا ہم نوا نہ ہوا بہت سے مسائل میں خود کہتے ہیں کہ یہ بس جاننے کے قابل ہیں بتانے کے لائق نہیں کہیں جاہلوں میں مذہب کے گرانے کی جرات نہ پیدا ہو، پھر یہ زندگی بھر اپنے ایک امام کے مذہب پر رہ گئے اور افعال و اقوال میں سبھی مذہب سے باہر نہ ہوئے۔ اسی کی تائید اور اسی کے دفاع میں عمریں صرف کر دیں۔ یہ صاحب تحریر کی فتح القدر ہی کو دیکھ لیجئے صرف مناظرہ کے طور پر لکھی گئی ہے، اسی طرح ہمارے</p>	<p>العلماء غفر الله تعالى لنا بهم ان سبوتهم واختبرتهم لوجدت قلوبهم عابية عما يقولون، وصنيعهم شاهدا انهم لا يحبونه ولا يريدون، ولا يجتنبونه بل يحتنبون، ويقولون في مسائل هذه تعلم وتكتم كيلا يتجاسر الجهال على هدم المذهب ثم طول اعمارهم يتنذهبون لامامهم ولا يخرجون عن المذهب في افعالهم واقوالهم ويصرفون العمر في الانتصار له والذب عنه وهذا فتح القدير لصاحب التحرير ماصنف الاجدلا وكذلك في مذهبننا و</p>
---	---

اقول: اس کا سبب یہ ہے کہ کسی شے کا ایک حکم تو اس کی نفس ذات کے اعتبار سے ہوتا ہے جس میں خارج سے قطع نظر ہوتی ہے، اور ایک حکم ان باتوں کے سبب ہوتا ہے جو خارج سے پیش آتی ہیں، تو ان علماء نے جو بحث میں فرمایا وہ پہلا حکم ہے اور جس پر عمل رکھا وہ دوسرا کہ مفسدوں سے بچنا واجب ہے اگرچہ وہ شے کی نفس ذات سے پیدا نہ ہوں۔ جیسا کہ مخفی نہیں، اہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ: اقول: والوجه فيه ان للشيعي حكما في نفسه مع قطع النظر عن الخارج وحكما بالنظر الى ما يعرضه عن خارج فالاول هو البحث والثاني عليه العمل عن المفسد وان لم يكن انبعاثها عن نفس ذات الشيعي كما لا يخفى اه ۱۲ منہ غفرلہ (م)

<p>مسلک میں اور باقی تینوں مذاہب میں اس مقصد کے تحت بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے۔ اگر ایک امام معین کے مذہب کی پابندی لازم نہ ہوتی اور یہ روا ہوتا کہ جو چاہے جس کی چاہے پیروی کرے یہ سب ایک لایعنی کارروائی اور فضول چیز میں عمر عزیز کی بربادی ہوتی حالانکہ یہ اس کام پر مذاہب اربع کے علماء اور مذاہب کے ماننے والے ان ہی ائمہ کا اتفاق ہے بلکہ فروع میں مناظرہ اور اپنے اپنے مذہب کی حمایت تو زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی بلا تکبر جاری ہے مذہب کی پابندی کوئی چیز نہ ہو تو لازم آئے گا کہ ایک لایعنی کام کے اہتمام اور فضول قسم کی مشغولیت کو اچھا سمجھنے پر اس وقت سے اب تک کے ائمہ و علماء کا عملی اجماع قائم رہا، اس سے بدتر کون سی شاعت ہوگی؟</p> <p>لیکن علامہ شامی سے سوال ہو سکتا ہے کہ جب مذہب کی پابندی ضروری نہیں اور اس سے بالکل باہر آنا روا ہے تو کسی معین مذہب کے حضرات مرجحین جنہوں نے اس مذہب کے دو قولوں میں سے ایک کو ترجیح دی، ان کی پیروی کیسے ضروری ہوگی؟</p> <p>یہ کلام تو ان حضرات کے متفق ہونے کی صورت میں ہے۔ پھر اس صورت کا کیا حال ہوگا جب یہ باہم مختلف ہوں اور ایک طرف</p>	<p>المذاهب الثلاثة الباقية دفاتر ضخام في هذا المرام فلولا التمدد لامام بعينه لازماً وكان يسوغ ان يتبع من شاء ماشاء لكان هذا كله اضاعة عمر في فضول واشتعالا بما لا يعنى وقد اجمع عليه علماء المذاهب الاربعة واهلها هم الائمة بل المناظرة في الفروع وذبح كل ذاهب عما ذهب اليه جارئة من لدن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بدون تکبر فاذن يكون الاجماع العملي على الاهتمام بما لا يعنى واستحسان الاشتغال بالفضول وای شناعة اشنع منه۔</p> <p>لكن سلـ السيد اذا لم يجب التقيد بالمذاهب وجاز الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذي اوجب اتباع مرجحين في مذاهب معين رجحوا احد قولين فيهِ</p> <p>هذا اذا اتفقوا فكيفـ وقد اختلفوا وفي احد الجانبين الامام الاعظم المجتهد</p>
---	---

ف۱: معروضۃ علی العلامة ش

ف۲: معروضۃ علیہ

<p>مجتہد مطلق امام اعظم بھی ہوں یہ جن کی گرد پا کو بھی نہ پاسکے اور ان سب حضرات کا مجموعی کمال بھی ان کے فضل و کمال کے دسویں حصے کو نہ پہنچ سکا۔ یہ ضرب اور نون¹³⁶ کو جمع کرنے کے سوا کیا ہے؟ اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام، ان کے اصحاب اور ان کے مذہب کے اصحاب ترجیح سب کے سب متفقہ طور پر جب کسی قول پر اجماع کر لیں تو مقلدین کے ذمہ اسے لینا ضروری نہیں بلکہ انہیں اختیار ہے اسے لے لیں، یا اپنی خواہشات نفس کے مطابق مذہب سے خارج اقوال کو لے لیں، لیکن جب امام کوئی قول ارشاد فرمائیں، اور ان کے صاحبین ان کے خلاف کہیں پھر دونوں قولوں میں سے ہر ایک کو کچھ مرجحین ترجیح دیں اور صاحبین کی جانب ترجیح دینے والوں کی تعداد زیادہ ہو یا اس طرف ترجیح کے الفاظ زیادہ موکد ہوں تو ایسی صورت میں ان مرجحین کی تقلید واجب ہو جائے اور امام اور ان کے موافق حضرات کی تقلید ناجائز ہو جائے، بلکہ اگر امام اور صاحبین کا کسی بات پر اجماع ہو اور ان متاخرین میں سے کچھ افراد ان کے اجماع کے مخالف کسی قول کو ترجیح دے دیں تو ان ائمہ کی</p>	<p>المطلق الذی لم یلحقوا غبارہ ولم یبلغ مجموعہم عشر فضلہ ولا معشارہ هل هذا الا جمعاً بین الضب والنون اذ حاصلہ ان الامام واصحابہ واصحاب الترجیح: فی مذہبہ اذا اجمعوا کلہم اجمعون علی قول لم یجب علی المقلدین الاخذ بہ بل یأخذون بہ او بما تھوی انفسہم من قبلا ت خارجة عن المذہب لکن اذا قال الامام قولاً وخالفہ صاحبہا ورجح مرجحون کلا من القولین وکالترجیح فی جانب صاحبین اکثر ذاہباً او اُکد لفظاً فح یجب تقلید ہؤلاء ویمتنع تقلید الامام ومن معہ بل ان اجمع الامام وصاحبہا علی شیئی ورجح ناس من ہؤلاء المتأخرین قبلا مخالفاً لجماعہم، وجب ترک</p>
--	---

۳: معروضۃ علیہ

¹³⁶ ضرب: گوہ، جو جنگلی جانور ہے اور نون: مچھلی، جو دریائی جانور ہے۔ دونوں میں کیا جوڑ، ایک عربی مثل سے ماخوذ ہے ۱۲

<p>تقلید چھوڑ کر ان افراد کی تقلید اور پیروی واجب ہو جائے، یہی وہ کھلا ہوا باطل خیال ہے جس پر شرع متین سے ہرگز کوئی دلیل نہیں، والحمد لله رب العالمین۔</p> <p>اسی سے ظاہر ہوا کہ بحر کلام تو اس قول حق پر مبنی تھا جو منصور، معتمد، مختار ہے، جسے قولا تمام ائمہ کبار نے لیا اور عملا ان کے ساتھ ان بزرگ مخالفین نے بھی لیا لیکن علامہ شامی کے خیال کی بنیاد نہ اس مختار پر قائم ہے نہ اس پر جس کو بزعم خویش مختار سمجھا بلکہ وہ علانیہ و عیاں طور پر دونوں ہی کے خلاف ہے اور حجت خدائے عزیز و غفار ہی کی ہے اور درود و سلام ہو سید ابرار، ان کی آل اطہار، اصحاب کرام پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی دارالقرار میں الہی قبول فرما! ہم اسی کی پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی۔</p> <p>علامہ شامی سراجیہ کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ مجتہد اس کی پیروی کرے گا جو زیادہ قوی ہو، ورنہ ترتیب سابق کا اتباع کرے گا،</p> <p>اقول: اللہ آپ پر رحم فرمائے، تو ہم اسی</p>	<p>تقلید الائمة الى تقليد هؤلاء واتباعهم، هذا هو الباطل المبين، لادليل عليه اصل من الشرع المتين، والحمد لله رب العالمين،</p> <p>وبه ظهر ان قول البحر وان كان مبنياً على ذلك الحق المنصور المعتمد المختار، المأخوذ به قولا عند الائمة الكبار، وفعلا عندهم وعند هؤلاء المنازعين الاخير، لكن ما زعم السيد لا يبتغي عليه ولا على ما زعم انه المختار، بل يخالفهما جميعاً بالاعلان والجهار، والحجة لله العزيز الغفار، والصلاة والسلام على سيد ابرار، وأله الاطهار، وصحبه الكبار، وعلينا معهم في دارالقرار، آمين</p> <p>قوله قول السراجية صريح ان المجتهد يتبع ما كان اقوى الاتبع الترتيب فنتبع ما رجحوه</p> <p>137</p> <p>اقول رحمة الله قولك^۲</p>
--	---

ف۱: معروضه عليه

ف۲: معروضه على العلامة ش

<p>پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی، یہ عبارت اگر آپ نے کلام سراجیہ کے مفاد و مفہوم کے تحت داخل کر کے ذکر کی ہے تو یہ اس کلام کی توجیہ نہیں بلکہ اس کی مخالفت اور تردید ہے کیونکہ سراجیہ تو غیر مجتہد پر ترتیب کی پیروی واجب کرتی ہے نہ کہ ترجیح کی پیروی۔ اور اگر یہ عبارت آپ نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے تو یہ منصوص کے برخلاف ہے اور ایک چیز کی تفریح ایسی چیز پر ہے جو دراصل اس کی تردید ہے۔۔۔ کیوں کہ آپ اگر صاحب نظر ہیں تو آپ کے ذمہ نظر صحیح ہے یا آپ اہل نظر نہیں تو آپ کے ذمہ اتباع ترتیب ہے، پھر یہ تیسرا بیگانہ و اجنبی کہاں سے آگیا؟ علامہ شامی: اس کے لئے ترتیب مذکور کی مخالفت جائز نہیں مگر جب اس کے پاس ملکہ ہو تو اس کے ذمہ یہ ہے اس کے نزدیک جو راجح ہو اسے ترجیح دے اور ہمیں اس کی پیروی کرنا ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی۔</p> <p>اقول: اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ یہ بھی اسی کی طرح ہے۔ کیونکہ ان تمام حضرات کے کلام کا حاصل وہی ہے جو آپ نے "اور ہمیں" تک</p>	<p>فنتبع ما رجوه ان كان داخلا في ما ذكرت من مفاد السراجية فتوجيه القول بضده وردة فان السراجية توجب على غير المجتهد اتباع الترتيب لا الترجيح وان كان زيادة من عندكم فيمخالف للمنصوص وتفریح للشیخ علی ما هو تفریح له فانك ان كنت اهل النظر فعليك بالنظر المصیب، اولاً فعليك بالترتيب، فمن اين هذا الثالث الغریب۔</p> <p>قوله لا يجوز له مخالفة الترتيب الا اذا كان له ملكة فعليه ترجيح ما رجح عنده و نحن نتبع ما رجوه۔¹³⁸</p> <p>اقول: رحمتك الله - هذا كذلك فحاصل كلامهم جميعاً ما ذكرت الى قولك ونحن اما</p>
---	--

ف: ا: معروضة على العلامة ش

¹³⁸ رد المحتار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۳

<p>ذکر کیا۔۔ اور یہ اضافہ تو اس کی تردید اور اس کی مخالفت ہے۔ کیوں کہ جس کے پاس ملکہ نہیں اس کے لئے ان حضرات کے نزدیک ترتیب کی مخالفت روا نہیں اور آپ نے تو اس پر یہ مخالفت واجب کر دی ہے کیونکہ اسے آپ نے ترجیح کے ساتھ چکر لگانے کا پابند کر دیا ہے۔</p> <p>علامہ شامی، جیسا کہ علامہ قاسم سے نقل کرتے ہوئے شارح نے اس کی تحقیق کی ہے۔</p> <p>اقول: معلوم ہو چکا کہ اس میں نہ تو اس خیال کی کوئی ہم نوائی ہے نہ اس کا کوئی میلان۔ علامہ شامی، اور ملتقط کے حوالے سے آ رہا ہے۔</p> <p>اقول اولاً: اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ قاضی مجتہد خود اپنی رائے پر فیصلہ کرے گا اور قاضی مقلد مجتہدین کی رائے پر فیصلہ کرے گا اسے ان کی مخالفت کا حق نہیں۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ جو لوگ اس قاضی مقلد کو فتویٰ دیں گے اگر وہ اس کے امام کے مذہب کے مجتہدین سے ہوں پھر قول امام پر افتاء میں باہم مختلف ہوں تو اس پر واجب یہ ہے کہ</p>	<p>هذا فرد عليه وخروج عنه فان من لا ملكة له لا يجوز له عندهم مخالفة الترتيب وانتم او جبتموه عليه ادارة له مع الترجيح۔</p> <p>قوله كما حقت الشارح عن العلامة قاسم¹³⁹</p> <p>اقول علمت ان لا موافقة فيه لما لديه ولا فيه ميل اليه قوله ويأتى عن الملتقط¹⁴⁰</p> <p>اقول: اولاً حاصل ما فيه ان القاضى المجتهد يقضى برأى نفسه والمقلد برأى المجتهدين وليس له ان يخالفهم واين فيه ان الذين يفتنونهم ان كانوا من مجتهدى مذهب امامه فاختلغوا فى الافتاء بقوله وجب عليه ان يأخذ</p>
---	--

ف۱: معروضۃ علی العلامة ش

ف۲: معروضۃ علیہ

¹³⁹ رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۳

¹⁴⁰ رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۳

<p>ان لوگوں کا قول لے جو اس کے امام اور اپنے امام کے خلاف ہو گئے ہوں بشرطیکہ تعداد میں وہ زیادہ ہوں یا ان کے الفاظ زیادہ موکد ہوں حالاں کہ نزاع تو اسی بارے میں ہے۔</p> <p>ثانیاً: اگر ہم اپنی رائے لے کر ان کی مخالفت کریں تو اس سے ممانعت ہے کیونکہ ہماری کوئی رائے ہی نہیں لیکن ان کی مخالفت ہم اپنی رائے کے مقابل نہیں کرتے بلکہ ان کے امام اور اپنے امام کی رائے کو لے کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ملتقط کے اندر تو اسی عبارت میں قاضی مجتہد سے متعلق یہ لکھا ہے کہ خود جسے درست سمجھے اس پر فیصلہ کرے دوسرے کی رائے پر نہیں لیکن دوسرا اگر فقہ اور وجوہ اجتہاد میں اس سے زیادہ قوی ہو تو اس کی رائے اختیار کر کے اپنی رائے ترک کر دینا جائز ہے۔ اھ</p> <p>جب مجتہد کے لئے اپنے سے اقویٰ کی رائے کو اختیار کر کے اپنی رائے ترک کرنا جائز ہے حالاں کہ اسے حکم یہ ہے کہ اپنی رائے کا اتباع کرے اور دوسرے کی تقلید اس کے لئے روا نہیں ، تو ہمارے اور ان مفتیوں کے امام اعظم</p>	<p>بقول الذین خالفوا امامہ وامامہم ان كانوا اكثر اولفظهم اكد وانما النزاع في هذا۔</p> <p>وثانياً المنع - من ان نخالفهم بأرائنا اذ لا رأی لنا ونحن لانخالفهم بأرائنا بل برأی امامهم وامامنا۔</p> <p>وقد قال في الملتقط -^۲ في تلك العبارة في القاضی المجتهد قاضی بما راه صواباً لا بغيره الا ان يكون غيره اقوى في الفقه و وجوه الاجتهاد فيجوز ترك رأیه برأی¹⁴¹ اھ</p> <p>فاذا جاز للمجتهد ان يترك رأیه برأی من هو اقوى منه مع انه مأمور باتباع رأیه وليس له تقليد غيره فان تركنا أراء هؤلاء المفتين ارأی امامنا و</p>
---	---

ف-۱: معروضۃ علیہ

ف-۲: معروضۃ علیہ

¹⁴¹ الدر المختار ، بحوالہ الملتقط ، کتاب القضاء ، مطبع مجتبائی دہلی ۷۲/۲

<p>جو فقہ اور وجوہ اجتہاد میں ان حضرات کی مجموعی قوت سے بھی زیادہ قوت رکھتے ہیں بلکہ ان پر امام کو اسی طرح فوقیت ہے جیسے ہم پر ان حضرات کو فوقیت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تو اگر ہم ان کی رائے اختیار کر کے ان مفتیوں کی رائے ترک کریں تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز اور انبہ ہوگا۔ علامہ شامی: بحر کی بحث ساقط ہوگئی۔</p> <p>اقول: سبحان اللہ یہی تو حکم منقول ہے جمہور کا معتمد اور تصحیح و تائید یافتہ بھی، پھر اسے بحر کی بحث کہنا کیوں کر درست ہے؟</p> <p>اقول: مجھے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ میں یہ سمجھ آتا ہے کہ ان کی مراد وہ صورت ہے جس میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کے قول کی ترجیح پر مرجحین کا اتفاق ہو، اسے اس اطلاق کی تردید میں ذکر کیا جو بحر کی اس عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ "اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو" کیوں کہ بظاہر یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں غیر امام کے</p>	<p>امامہم الاعظم الذی ہو اقوی من مجموعہم فی الفقہ و وجوہ الاجتہاد بل فضلہ علیہم کفضلہم علینا او ہو اعظم الاولیٰ بالجواز و اجدر۔¹⁴² - قوله سقط ما بحثہ فی البحر -</p> <p>واقول: سبحن اللہ فہو الحکم المأثور، ومعتبد الجمہور، والمصحح المنصور، فكيف یصح تسبیئہ بحث البحر ہذا۔</p> <p>واقول: یظہر لی فی توجیہ^۲ کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان مرادہ اذا اتفق المرجحون علی ترجیح قول غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکرہ ردا لما فہم من اطلاق قول البحر وان افقی المشائخ بخلافہ فانہ بظاہرہ یشمل ما اذا اجمع المشائخ علی ترجیح</p>
--	---

۱: معروضۃ علیہ

۲: السعی الجمیل فی توجیہ کلام العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

¹⁴² رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۳/۳

<p>قول کی ترجیح پر اجماع مشائخ ہو۔</p> <p>یہ مراد ہونے پر کلام شامی میں دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اتباع مرجحین سے استدلال کیا ہے اور اس بات سے کہ وہ زیادہ علم والے ہیں اور انہوں نے دلائل کی جانچ کر کے اس کی ترجیح کا فیصلہ کیا ہے، اور کلام کے کسی حصے میں اختلاف ترجیح کی صورت کو ہاتھ نہ لگایا، دو ترجیحوں میں سے ایک کے ارجح ہونے کا تذکرہ تو درکنار، اختلاف ترجیح کی صورت اگر انہیں مقصود ہوتی تو صرف اتباع مرجحین کے حکم پر اکتفا نہ کرتے کیونکہ اس صورت میں اتباع مرجحین تو دونوں ہی جانب موجود ہے، بلکہ اس تقدیر پر وہ دونوں ترجیحوں میں سے ارجح کے اتباع کا ذکر کرتے۔</p> <p>اس کی تائید ان کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے جسے ہم مقدمہ ہفتم میں نقل کر آئے ہیں کہ، جب دونوں تصحیحوں میں تعارض ہو تو دونوں ساقط ہو گئیں اس لئے ہم نے اصل کی جانب رجوع کیا، وہ یہ ہے کہ امام کا قول مقدم رہے گا۔</p> <p>یہ اگرچہ بظاہر دونوں ترجیحیں برابر ہونے کی صورت میں ہے لیکن آگے اس پر ترقی کرتے ہوئے خیر یہ اور بحر کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے وہ تعین کر دیتا ہے کہ حکم اعم ہے۔</p>	<p>قول غیرہ۔</p> <p>والدلیل علی هذه العناية في كلام ش انه انما تمسك باتباع المرجحين وانهم اعلم وانهم سبروا الدلائل فحكوا بترجيحه ولم يلم في شئ من الكلام الى صورة اختلاف الترجيح فضلا عن ارجحية احد الترجيحين ولو كان مراده ذلك لم يقتصر على اتباع المرجحين فانه حاصل في كلام الجانبين بل ذكر اتباع ارجح الترجيحين۔</p> <p>ويؤيده ايضا ما قدمنا في السابعة من قوله رحمه الله تعالى لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام¹⁴³ اه</p> <p>وهذا وان كان ظاهرا في ما استوى الترجيحان لكن ما ذكره مترقيا عليه عن الخيرية و البحر يعين ان الحكم اعم۔</p>
---	--

¹⁴³ رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحيح وارجاء التراث العربي بيروت ۳۹/۱

<p>اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے آخر کلام میں مقصود سے متعلق پوری عبارت در مختار کا حاصل قرار دیا کہ وہاں یہ لکھا ہے، عبارت در "فلیحفظ، تو اسے یاد رکھا جائے" کا معنی یہ ہے کہ وہ سب یاد رکھا جائے جو ہم نے ذکر کیا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی حکم پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہو تو قطعاً اسی پر فتویٰ دیا جائے گا ورنہ تین صورتیں ہوں گی:</p> <p>(۱) مشائخ نے دونوں قولوں میں سے صرف ایک کو صحیح قرار دیا ہو (۲) ہر ایک کی تصحیح ہوئی ہو (۳) مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں۔ تیسری صورت میں ترتیب کا اعتبار ہوگا اس طرح کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، پھر امام ابو یوسف کے قول پر الخ، یا قوت دلیل کا اعتبار ہوگا، اور ان دونوں میں تطبیق کا بیان گزر چکا۔ اور پہلی صورت میں اگر تصحیح فعل التفضیل کے صیغے (مثلاً لفظ اصح) سے ہو تو مفتی کو تخییر ہوگی ورنہ (مثلاً صرف لفظ صحیح ہو تو) نہیں،</p>	<p>ویؤیدہ ایضاً ما جعل آخر الکلام محصل جمیع کلام الدر فی المراد اذ قال قوله فلیحفظ ای جمیع ما ذکرناه وحاصله ان الحكم ان اتفق علیه اصحابنا یفتی به قطعاً والا فاما ان یصح المشائخ احد القولین فیہ او کلا منہما^۱ اولاً ولا فی الثالث یعتبر الترتیب بان یفتی بقول ابی حنیفة ثم ابی یوسف الخ او قوۃ الدلیل ومرا لتوفیق وفي الاول ان کان التصحیح بأفعل التفضیل خیر المفتی والا فلا بل یفتی بالمصح فقط وهذا ما نقله عن الرسالة وفي الثانی اما ان یکون احدهما^۲</p>
<p>اقول: یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں دونوں ترجیحیں بلطف افعال ہوں حالانکہ اس میں خلاف مذکور حاصل نہ ہوگا تو انہیں کوئی ایک کے بجائے "احدهما و حده" (صرف ایک) کہنا چاہئے تھا، تاکہ ان کا قول "او یا نہ" اس صورت کو بھی شامل ہو جائے جس میں ہر ایک لفظ افعال ہو ۱۲ منہ</p>	<p>عہ: اقول: فی شمل ما اذا کان کلاهما بہ ولا یتأتی فیہ الخلاف المذكور فکان ینبغی ان یقول احدهما وحده لی شمل قوله اولاً ما اذا کان بأفعل ۱۲ منہ غفر له (م)</p>

ف: معروضۃ علی العلامہ ش

<p>بلکہ مفتی کو اسی پر فتویٰ دینا ہے جسے صحیح کہا گیا، یہ وہ بات ہے جو انہوں نے رسالہ سے نقل کی، اور دوسری صورت میں کوئی ایک ترجیح بلفظ الفعل التفضیل ہوگی یا نہ ہوگی، بر تقدیر اول کہا گیا کہ صحیح پر فتویٰ دیا جائے گا، یہ خیر یہ سے منقول ہے، اور کہا گیا کہ صحیح پر فتویٰ ہوگا، یہ شرح منیہ سے منقول ہے، بر تقدیر دوم مفتی کو تخییر ہوگی یہ بحر کتاب الوقف اور رسالہ سے منقول ہے۔ یہ حلبی نے افادہ فرمایا۔ اھ</p> <p>تو تیسری صورت میں جو ذکر کیا یعنی وہی ہماری مراد ہے، اسی طرح وہ بھی جو پہلی صورت میں ذکر کیا، رہا اس صورت کا استثنا جس میں التصحیح بصیغہ اسم تفضیل ہو فاقول: (تو میں کہتا ہوں) وہ خود ان کے خلاف ہے ہمارے خلاف نہیں، کیوں کہ جب ترجیح صرف ایک طرف ہو، جیسا کہ اسے رسالے کا محمل اور معنی مراد ٹھہرایا، اس کے باوجود مفتی کو تخییر ہو تو اس کے ذمہ اس کی پیروی لازم نہ رہی جسے مشائخ نے ترجیح دی، اور یہ تاویل کہ "افعل" کا مفاد یہ ہوگا کہ روایت خلاف بھی صحیح ہے، جیسا کہ حلبی و شامی اور طحاوی نے کہا۔</p>	<p>بأفعل التفضیل اولاً ففی الاول قیل یفتی بالأصح وهو المنقول عن الخیرية وقیل بالصحیح وهو المنقول عن شرح المنیة و فی الثانی یخیر المفتی وهو المنقول عن وقف البحر والرسالة افادہ ح¹⁴⁴ اھ</p> <p>فما ذکرہ فی الثالث عین مرادنا وكذا ما ذکرہ فی الاول اما استثناء ما اذا كان التصحیح بأفعل فاقول: یخالف نفسه ولا یخالفنا فان الترجیح اذا لم یوجد الا فی جانب واحد كما جعله محمل الرسالة ومع ذلك خیر المفتی لم یکن علیہ اتباع ما رجحہ</p> <p>والتاویل بان افعل افادان الروایة المخالفة صحیحة ایضاً كما قاله هباط۔</p>
---	---

ف: معروضۃ علیہ

¹⁴⁴ رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحیح وارجاء التراث العربی بیروت 1/50 و 51

<p>فاقول: (تو میں کہتا ہوں) اولیہ بات اس صورت میں تسلیم ہے جب اصح کے مقابلے میں صحیح لایا گیا ہو۔ لیکن جب دو قول ذکر کریں اور صرف ایک کے بارے میں کہیں کہ وہ اصح ہے اور دوسرے میں جو قوت ہے اس کے بیان سے کچھ بھی تعرض نہ کرے تو ایسی حالت میں یہ ہی سمجھا جائے گا کہ اول ہی راجح اور تائید یافتہ ہے۔ اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ گزرے گا کہ وہ اول کو اصح کہہ کر دونوں قولوں کو صحیح کہنا اور یہ بتانا چاہتے کہ اول کو دوسرے پر کچھ فضیلت ہے تو یہ افضل "اهل الجنة خیر مستقرا واحسن مقبلا" جنت والے بہتر قرار گاہ اور سب سے اچھی آرام گاہ والے ہیں، کے باب سے ہوگا، اگر کلمات مشائخ کی تفتیش کیجئے تو یہ ملے گا کہ وہ حضرات فرماتے ہیں یہ احوط (زیادہ احتیاط والا) ہے، یہ ارفق (زیادہ نرمی وفائدے والا ہے) باوجودیکہ دوسرے میں کوئی احتیاط اور کوئی آسانی نہیں، یہ ان حضرات کے کلام کے خدمت گزاروں کے نزدیک بدیہی ہے، اھ</p> <p>اسی لئے خیر یہ کتاب الطلاق میں فرمایا،</p>	<p>فأقول اولاً: هذا - مسلم اذا قوبل الاصح بالصحيح اما اذا ذكروا قولين وقالوا في احدهما وحده انه الاصح ولم يلبوا ببیان قوة ما في الآخر اصلاً فلا يفهم منه الا ان الاول هو الراجح المنصور ولا ينقدح في ذهن احد انهم يريدون به تصحيح كلا القولين و ان للاول مزية ما على الآخر فافعل ههنا من باب اهل الجنة خیر مستقرا واحسن مقبلا ولو سبرت كلماتهم^۲ لوجدتهم يقولون هذا احوط وهذا ارفق مع ان الآخر لارفق فيه ولا احتياط وهذا بدیہی عند من خدم كلامهم -</p> <p>ولذا^۳ قال في الخيرية من</p>
---	--

۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامتین ح و ط

۲: ربماً لا یكون افعل فی قول الفقہاء هذا اصح احوط ارفق و امثالہ من باب التفضیل۔

۳: اذا ثبت الاصح لا یعدل عنہ ای اذا لم یوجد الاقوی منہ۔

<p>تمہیں خبر ہے کہ اس کے اصح ہونے کی تصریح ہو جانے کے بعد اس سے کسی اور کی جانب عدول نہ ہوگا، اہ</p> <p>بلکہ خیر یہ کتاب الصلح میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ: لوگوں نے کہا اس میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے، اور وہی اصح ہے، اور کہنے والا کہہ سکتا ہے جائز نہیں، وہاں وہ لکھتے ہیں جب اصح ثابت ہوگا تو اس سے عدول نہ ہوگا۔</p> <p>یہی ان کے متن عقود کا بھی مفاد ہے اگرچہ اس کی شرح میں وہ اس بات کی طرف مائل ہو گئے جو یہاں زیر بحث ہے کیوں کہ اس میں یہ لکھا ہے، جہاں تم کو دو^۲ قول ملیں، جن میں ایک کی تصحیح اس طرح کے الفاظ سے ہو، اسی پر فتویٰ ہے، یہ اشبہ ہے، اظہر ہے، مختار ہے، اوجہ ہے، تو وہی معتمد ہے اہ۔</p> <p>تو معتمد ہونے کا حکم اسی پر محدود رکھا جس کی تصحیح میں لفظ افعال آیا ہے اور اس کے مخالف قول کی تصحیح نہیں ہوئی ہے۔</p> <p>در مختار کے اندر اس شخص سے متعلق جو بائیں جانب</p>	<p>الطلاق انت علی علم بانہ بعد التنصيص علی اصحیته لا یعدل عنہ الی غیرہ¹⁴⁵ اہ</p> <p>بل قال فی صلحہا فی مسألة قالوا فیہا لقائل ان یقول تجوز وهو الاصح ولقائل ان یقول لا ما نصحہ حیث ثبت الاصح لا یعدل عنہ¹⁴⁶ اہ</p> <p>وهذا مفاد^۱ امتنہ العقود وان مال فی شرحہ الی ما هنا فانه قال نہ</p> <p>وحیثما وجدت قولین وقد صح واحد فذاك المعتمد بنحوذا الفتوی علیہ الاشبه والاظہر المختار ذا والاوجه¹⁴⁷</p> <p>فقد حکم بقصر الاعتماد علی ما قیل فیہ افعال ولم یصحح خلافہ۔ ولما قال^۲ فی الدر فیمن</p>
--	--

ف۱: معروضۃ علی العلامة ش

ف۲: مسئلہ: نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔

¹⁴⁵ فتاویٰ خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۳۹/۱

¹⁴⁶ فتاویٰ خیریہ کتاب الصلح دار المعرفۃ بیروت ۱۰۴/۲

¹⁴⁷ شرح عقود رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۳۷/۱

<p>سلام پھیرنا بھول گیا یہ لکھا ہے جب تک قبلہ سے پیٹھ نہ پھیری ہو اس کی بجآوری کر لے اصح مذہب میں، اسی مسئلے کے تحت قنیه میں لکھا تھا کہ یہی صحیح ہے، تو اس پر علامہ شامی نے لکھا کہ شارح نے صحیح کی جگہ اصح سے تعبیر کی، اور معاملہ اس میں سہل ہے اھ۔</p> <p>سہل کیسے ہو گا جب دونوں آپ کے نزدیک ایک دوسرے کی بالکل نفیض اور ضد ہیں۔ کیوں کہ صحیح کا مفاد یہ تھا کہ اس کا تقابل فاسد ہے۔ اور اصح کا مفاد آپ کے نزدیک یہ ہوا کہ اس کا مقابل صحیح ہے تو آپ کے طور پر تو شارح نے فاسد کو صحیح بنا دیا؟</p> <p>ثانیاً: آپ نے فرمایا جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی ہم پر اسی کی پیروی لازم ہے، اور شے کی ذات میں پائی جانے والی کسی قوت کا بیان، ترجیح نہیں، کیونکہ ترجیح کے لئے مرجح اور</p>	<p>نسی التسليم عن يساره اتى به ما لم يستدبر القبلة¹⁴⁸ في الاصح۔</p> <p>وكان في القنية انه الصحيح¹⁴⁹ قال ش فـ عبرالشارح بالأصح بدل الصحيح والخطب فيه سهل¹⁵⁰ اھ</p> <p>وكيف يكون سهلا فـ وهما عندكم على طرفي نقيض فان الصحيح كان يفيد ان خلافه فاسد وافاد الاصح عندكم انه صحيح فقد جعل الفاسد صحيحاً۔</p> <p>وثانياً: قد قلتم فـ علينا اتباع ما رجوه وليس بيان قوة للشيعي في نفسه ترجيحاً له اذ لا بد للترجيح من مرجح</p>
---	--

فـ ۱: الصحيح والاصح متقاربان والخطب فيه سهل۔

فـ ۲: معروضة على العلامة ش

فـ ۳: معروضة على العلامة ش

¹⁴⁸ الدر المختار كتاب الصلوة فصل اذا اراد الشروع في الصلوة مطع مجتہابی دہلی ۷۸/۷

¹⁴⁹ القنیه المنیہ تنمیم الغنیہ کتاب الصلوة باب فی القعدة والذکر فیہا کلہ انڈیا ص ۳۱

¹⁵⁰ رد المحتار کتاب الصلوة فصل اذا اراد الشروع دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۲/۱

<p>مرح علیہ (جس کو راجح کہا گیا اور جس پر راجح کہا گیا) دونوں ضروری ہیں، تو قطعاً یہ معنی ہوگا کہ جسے ان حضرات نے دوسرے سے افضل قرار دیا اس کی پیروی ضروری ہے، اب یہ قطعی بات ہے کہ جب انہوں نے دو قولوں میں سے ایک کو اصح کہا اور دوسرے سے متعلق سکوت اختیار کیا تو اسے انہوں نے دوسرے سے افضل اور راجح قرار دیا تو آپ کے نزدیک اس کا اتباع واجب ہو اور تخییر ساقط ہو گئی۔</p> <p>تو میرے نزدیک مناسب طریقہ یہ ہے کہ رسالہ کا کلام اس صورت پر محمول کیا جائے جس میں ایک کے ذیل میں "افعل" سے ترجیح ہو اور دوسرے میں غیر افعل سے، تو اس مسئلہ میں خیر یہ سے اصح کو اور غنیہ سے صحیح کو اختیار کرنے کا جو حکم منقول ہے اس کی یہ تیسری شق ہو جائے گی وہ یہ کہ تخییر ہے (کسی ایک کی پابندی نہیں صحیح یا اصح کسی کو بھی اختیار کر سکتا ہے) یہ معنی لینا اس معنی پر محمول کرنے سے بہتر ہے جو ناقابل قبول ہے۔</p> <p>خصوصاً جبکہ رسالہ مجہول ہے، نہ اس کا پتہ نہ اس کے مؤلف کا پتا، اور مجہول سے نقل قابل اعتماد نہیں اگرچہ ناقل معتمد ہو جیسا کہ یہ ضابطہ</p>	<p>و مرجح علیہ فالمعنی قطعاً ما فضلوہ علی غیرہ فلا شك انہم اذا قالو الاحد قولین انہ الاصح وسکتوا عن الآخر فقد فضلوہ و رجحوہ علی الآخر فوجب اتباعہ عندکم وسقط التخییر۔</p> <p>فالوجه عندی حمل کلام الرسالة علی ما اذا ذیلت احدہما بالفعل والاخری بغیرہ فیکون ثالث ما فی المسألة عن الخیریة والغنیة من اختیار الاصح او الصحیح وهو التخییر وهذا اولی من حملہ علی ما یقبل۔</p> <p>لا سیما والرسالة مجہول لاتدری ہی ولا مؤلفہا والنقل عن المجہول لا یعتد وان کان الناقل</p>
--	--

ف: لا یعتد علی النقل عن مجہول وان کان الناقل ثقہ۔

عہ : اقول و ثم تفصیل یعرفہ المأهر بأسالیب الکلام والمطلع علی مراتب الرجال فأفہم اہمنہ
 اقول: یہاں کچھ تفصیل ہے جس کی معرفت اسالیب کلام کے ماہر اور مراتب رجال سے باخبر شخص سے ہوگی تو اسے سمجھ لیں۔ ۱۲ منہ (ت)

<p>خود علامہ شامی نے اپنی تصانیف کے متعدد مقامات میں صاف طور پر بیان کیا ہے اور ہم نے بھی فصل القضاء میں اسے واضح کیا ہے۔</p> <p>الحاصل وہ استثناء ان ہی کے طے کردہ اور مقررہ امر کے خلاف ہے، رہا یہ کہ وہ ہمارے خلاف نہیں تو اس لئے کہ اس وقت اس کا مفاد تخییر ہے اور یہی اس کا حاصل ہے جو صورت دوم کی دونوں شقوں کے تحت مذکور ہے کیونکہ جب اس کی پہلی شق میں اختلاف ہو گیا (کہ اصح کو اختیار کرے، یا صحیح کو اختیار کرے) اور ترجیح کسی کو نہیں تو مال یہ ہوا کہ تخییر ہے، اور تخییر کچھ قیدوں سے مقید ہے جنہیں پہلے ذکر کیا ہے اور یہاں بھی ان کی یاد دہانی کی ہے یہ کہہ کر کہ اور تخییر کی ان قیدوں کو فراموش نہ کرنا جو ہم پہلے بیان کر چکے اھ،</p> <p>ان میں سے عظیم ترین قید یہ ہے کہ دونوں میں کوئی ایک، قول امام نہ ہو، اگر ایسا ہوا تو تخییر نہ ہوگی جیسا اسے ہم ابھی نقل کر آئے، اور علامہ شامی نے اپنی شرح عقود میں لکھا ہے کہ جب دونوں میں سے ایک، امام اعظم کا قول ہو اور دوسرا ان کے بعض اصحاب کا قول ہو تو کسی کی ترجیح نہ ہونے</p>	<p>من المعتبرین كما افصح به ش في مواضع من كتبه وبيناه في فصل القضاء -</p> <p>وبالجملة فالثانياً تخالف مآقرره اما انها لاتخالفنا فلان - مفادها اذ ذاك التخيير وهو حاصل ما في شقي الثاني لانه لما وقع في شقه الاول الخلاف من دون ترجيح ال الى التخيير والتخيير مقيد بقيود قد ذكرها من قبل وذكرها هنا بقوله ولا تنس ما قدمناه من قيود التخيير¹⁵¹ اھ</p> <p>من اعظمها ان لا يكون احدهما قول الامام فاذا كان فلا تخيير كما اسلفنا انفا نقله، وقد قال في شرح عقوده اذ كان احدهما قول الامام الاعظم والآخر قول بعض اصحابه عند عدم الترجيح لاحدهما</p>
--	---

ف: تحقيق ان ما ذكر من حاصل كلام الدر فانه لا يخالفنا۔

¹⁵¹ رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحيح دار احياء التراث العربي بيروت 1/ 50

<p>کے وقت قول امام کو مقدم رکھا جاتا ہے تو ایسے ہی اس کے بعد بھی ہوگا، یعنی دونوں قولوں کی ترجیح کے بعد بھی ہوگا تو حاصل کلام یہی نکلا کہ اتباع قول امام ہی کا ہوگا مگر یہ کہ مرجحین اس کے خلاف کی ترجیح پر متفق ہوں۔</p> <p>اگر سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ اس میں دس مرجح اور بھی ذکر کئے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ تخییر کی نفی کی ہے (۱) تصحیح کا زیادہ موکد ہونا (۲) یا اس کا متون میں اور دوسرے کا شروع میں ہونا (۳) اس کا شروع میں اور دوسرے کا فتاویٰ میں ہونا (۴) ان حضرات نے اس کی تعلیل فرمائی دوسرے کی کوئی علت و دلیل نہ بتائی (۵) اس کا استحسان ہونا (۶) یا ظاہر الروایہ (۷) یا وقف کے لئے زیادہ نفع بخش (۸) یا قول اکثر (۹) یا اہل زمانہ سے زیادہ ہم آہنگ اور موافق (۱۰) یا اوجہ ہونا، ان دونوں کا شرح عقود میں اضافہ ہے۔</p> <p>میں کہوں گا کیوں نہیں، ہمیں ان سے انکار نہیں، بتائے کیا یہ بھی کہا ہے کہ ان سب وجہوں سے ترجیح پانا قول امام ہونے کے سبب ترجیح پانے سے زیادہ موکد ہے؟ انہوں نے تو صرف یہ ذکر کیا ہے کہ جب تصحیح میں</p>	<p>يقدم قول الامام فلذا بعده¹⁵² اه ای بعد ترجیح القولین جیباً فرجع حاصل القول الی ان قول الامام هو المتبع الا ان يتفق المرجحون علی تصحیح خلافه۔</p> <p>فان قلت - الیس قد ذکر عشر مرجحات أخر ونفی التخییر مع کل منها: 'أكدية التصحيح' كونه في المتون والأخر في الشروح أو في الشروح والأخر في الفتاوى أو علوه دون الأخر أو كونه استحساناً أو ظاهر الرواية أو انفع للوقف أو قول الأكثر أو أوفق بأهل الزمان أو أوجه زاد هذين في شرح عقوده۔</p> <p>قلت بلی ولا ننكرها أفعال ان الترجیح بها أكد من الترجیح بأنه قول الامام انما ذکر رحمة الله تعالی ان التصحیح اذا اختلف وكان لاحدهما</p>
---	--

ف: ذکر عشر مرجحات لاحد القولین علی الاخر

¹⁵² شرح عقود رسم المفتی، رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۳۰

<p>اختلاف ہو اور ایک تصحیح کے ساتھ ان دس میں سے کوئی ایک مرنج ہو تو وہ ترجیح پا جائے گی اور تخییر نہ ہوگی، اس صورت کا تو ذکر ہی نہ فرمایا جس میں ہر ایک تصحیح کے ساتھ ان میں سے کوئی ایک مرنج ہو۔</p> <p>اقول: اور ابھی یہ مرجحات باقی رہ گئے اس کا احوط، یا ارفق، یا معمول بہ ہونا (علیہ العمل) اور یہ اس کا مستقضى ہے کہ ان ترجیحات کے باہمی تفاوت اور فرق مراتب پر کلام کیا جائے، اس کی چھان بین دشوار ہونے کے باعث شاید اسے ہاتھ نہ لگایا، تو ہم نے جو ذکر کیا اس کی کوئی مخالفت ان کے کلام میں نہیں۔</p> <p>وانا اقول: (اور میں کہتا ہوں) مذہب امام ہونے کے باعث ترجیح پاناسب سے ارنج ہے اس لئے کہ قاہر ظاہر باہر متواتر تصریحات موجود ہیں کہ فتویٰ مطلقاً قول امام پر ہوگا اور امام جلیل صاحب ہدایہ نے ہر حال میں قول امام پر افتاء واجب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اور اگر تفصیل طلب کرو تو اس کے باعث ترجیح اس کے مقابل پائے جانے والے مذکورہ تقریباً سبھی مرجحات سے زیادہ رائج ملے گی۔</p> <p>فاقول: تو اس کی تفصیل میں، میں کہتا ہوں)</p>	<p>مرجح من هذه ترجیح ولا تخییر ولم یذکر ماذا کان لکل منہما مرجح منہا۔</p> <p>اقول: وقد بقی من المرجحات کونہ احوط اوارفق او علیہ العمل وهذا یقتضی الکلام علی تفاضل هذه المرجحات فیما بینہا وکانہ لم یلم بہ لصعوبة استقصائه فلیس فی کلامہ مضادة لما ذکرنا۔</p> <p>وانا اقول: فالترجیح بکونہ مذہب الامام ارجح من الکل التصریحات القاہرة الظاہرة الباہرة المتواترة ان الفتویٰ بقول الامام مطلقاً وقد صرح الامام الاجل صاحب الهدایة بوجوبہ علی کل حال۔</p> <p>وان بغیة التفصیل وجدت الترجیح بہ ارجح من جل ما ذکر مایوجد معارضالہ</p> <p>فاقول: القول لایکون</p>
---	--

۱: ذکر ثلث مرجحات اخر -

۲: الترجیح بکونہ قول الامام ارجح من کل مایوجد معارضالہ -

<p>(۱) وہ قول جب ہو گا ظاہر الروایہ ہی ہوگا (۲) اور یہ محال ہے کہ تمام متون قول امام کی مخالفت پر گام زن ہوں جب کہ ان کی وضع امام ہی کا مذہب نقل کرنے کے لئے ہوئی ہے (۳-۴) اسی طرح ہر گز کبھی ایسا نہ ملے گا کہ متون قول امام سے ساکت ہوں اور شروع نے اس کی مخالفت پر اجماع کر لیا ہو، صرف فتاویٰ نے اسے ذکر کیا ہو۔ (۵) اور وقف کے لئے نفع ہونا عظیم اہم مصالح میں شامل ہے اور یہ اسباب ستہ میں سے ایک ہے (۶) اسی طرح اہل زمان کے زیادہ موافق ہونا (۷) اور اسی پر عمل ہونا (۸) یوں ہی ارفق اور زیادہ آسان ہو نا جب کہ دفع حرج کا مقام ہو (۹) اور احوط بھی، جب کہ اس کے خلاف کوئی مفسدہ اور خرابی ہو (۱۰) اور استحسان بھی جب کہ ضرورت یا تعامل جیسی چیز کے باعث ہو، لیکن استحسان اگر دلیل کے باعث ہو تو وہ اہل نظر سے خاص ہے (۱۱-۱۲) یوں ہی اس کا اوجہ اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ واضح ہونا اہل نظر کا حصہ ہے جیسا کہ علامہ شامی نے شرح عقود میں اس کا اعتراف کیا ہے اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ مقلد اپنے امام کا قول کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے ترک نہ کرے گا، اگر دوسرا قول میری نظر میں دلیل کے</p>	<p>الاظہار الروایة ومحال ان تمشی المتون قاطبة علی خلاف قوله وانما وضعت لنقل مذہبه وكذا لن تجد ابدا ان المتون سکتت عن قوله والشروح اجمعت علی خلافه ولم يلهج به الا الفتاویٰ والا نفعیة للوقف من المصالح الجلیلة المهمة وهي احدى الحوامل الست وكذا الاوقیة لاهل الزمان وكونه علیه العمل وكذا الارق اذا كان فی محل دفع الحرج والاحوط اذا كان خلافه مفسدة والا ستحسان اذا كان لنحو ضرورة او تعامل اما اذا كان لدلیل فمختص بأهل النظر وكذا كونه اوجه ووضح دلیلا كما اعترف به فی شرح عقوده۔</p> <p>وقد اعلمناك ان المقلد لا یترك قول امامه لقول غیره ان غیره اقوی دلیلا</p>
---	---

ف: الاستحسان لغيره ضرورة وتعامل لا يقدم على قول الامام۔

في نظري فأين النظر من النظر وإنما يتبعه في ذلك تأركات تقليد أمامه من يسلم ان احدا من مقلدبه ومجتهدى مذهبه ابصر بالدليل الصحيح منه۔

ولربما يكون قياس يعارضه استحسان يعارضه استحسان آخر اذق منه فكيف يترك القياس القوي بالأاستحسان الضعيف وهذا هو المرجو في كل قياس قال به الامام وقيل لغيره لالمثل ضرورة وتعامل انه استحسان ولنحو هذا ربما قدموا القياس على الاستحسان وقد نقل في مسألة في الشركة الفاسدة ش عن ط عن الحموي عن المفتاح ان قول محمد هو المختار للفتوى وعن غاية عه البيان ان اقول ابى يوسف استحسان اه فقال ش وعليه فهو من المسائل التي ترجح

لحاظ سے زیادہ قوت رکھتا ہے تو میری نظر کو امام کی نظر سے کیا نسبت؟ اپنے امام کی تقلید چھوڑ کر اس دوسرے کے قول کا اتباع وہی کرے گا جو یہ مانتا ہے کہ امام کے مقلدین اور ان کے مذہب کے مجتہدین میں سے کوئی فرد دلیل صحیح کی ان سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے۔

شاید ایسا ہوگا کہ کسی قیاس کے معارض کوئی ایسا استحسان ہو جس کے معارض اس سے زیادہ دقیق دوسرا استحسان موجود ہو تو قیاس قوی کو استحسان ضعیف کے باعث کیسے ترک کر دیا جائے گا؟ امید ہے کہ یہی صورت ہر اس قیاس میں پائی جاتی ہوگی جس کے قائل امام ہیں، اور جس کے مقابل دوسرے کو ضرورت و تعامل جیسے امور کے ماسوا میں، استحسان کہا گیا ہو ایسے ہی نکتے کے باعث بعض اوقات قیاس کو استحسان پر مقدم کرتے ہیں، علامہ شامی نے طحاوی سے انہوں نے حموی سے، انہوں نے مفتاح سے، شرکت فاسدہ کے ایک مسئلے میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ہی کا قول فتویٰ کے لئے مختار (ترجیح یافتہ) ہے اور غایۃ البیان سے نقل کیا کہ امام ابو یوسف کا قول استحسان ہے اس پر علامہ شامی نے فرمایا، اس کے پیش نظر

عہ: قاله الامام الكرخي في مختصره وعنه نقل في غاية البيان ١٢ منه غفرله۔ (م)

اسے امام کرخی نے اپنی مختصر میں بیان کیا اسی میں غایۃ البیان سے منقول ہے ۱۲ منہ۔ (ت)

<p>وہ ان مسائل میں شامل ہے جن میں قیاس کو استحسان پر ترجیح ہوتی ہے، اھ</p> <p>اس بیان سے انہوں نے یہ افادہ کیا کہ (ما علیہ الفتویٰ) جس قول پر فتویٰ ہوتا ہے وہ استحسان پر مقدم ہوتا ہے (۱۳) یوں ہی بدیہی و ضروری طور پر یہ اس قول سے بھی مقدم ہوگا جس کی تعلیل ہوئی ہو، اس لئے کہ تعلیل ترجیح کی صرف ایک علامت ہے اور فتویٰ سب سے عظیم ترجیح صریح ہے (۱۳-۱۶) یوں ہی اوجہ، ارفق اور احوط پر بھی اس کے مقدم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اب تصحیح کے زیادہ موکد ہونے اور قائلین کی تعداد زیادہ ہونے کے سوا مذکورہ مرجحات سے کوئی مرجح باقی نہ رہا، اسی لئے سابق میں ہم نے صرف ان ہی دونوں کے ذکر پر اکتفا کی۔</p> <p>اب بتائیے قائلین کی اکثریت کہیں اس سے زیادہ ہوگی جو وقت عصر اور وقت عشاء کے مسئلوں میں امام کے مقابل موجود ہے؟ یہاں تک کہ لوگوں نے قول امام کے برخلاف تعامل بلکہ عشاء میں عامہ صحابہ کا عمل ہونے کا بھی دعویٰ کیا</p>	<p>فیہا القیاس علی الاستحسان¹⁵³ اھ</p> <p>فأفادان^۱ ما علیہ الفتویٰ مقدم علی الاستحسان وكذا ضرورة علی ما علل فالتعلیل من امارات الترجیح والفتویٰ اعظم ترجیح صریح وكذا لاشك فی تقدیمها علی الاوجه والارفق والاحوط كما نصوا علیہ فلم یبق من المرجحات المذكورة الا اكدیة التصحیح واكثریة القائلین ولذا اقتصرنا علی ذكرهما فیہا مضی۔</p> <p>وای^۲ اكثریة اكثر مما فی مسألتی وقت العصر والعشاء حتی ادعوا علی خلاف قوله التعامل بل عمل عامة الصحابة فی العشاء ولم یمنع</p>
--	---

۱: ما علیہ الفتویٰ مقدم علی الاستحسان۔

۲: عند قول الامام لا ینظر الی كثرة الترجیح فی الجانب الاخر۔

¹⁵³ رد المحتار کتاب الشركة فصل فی شركة الفاسدة وارجاء التراث العربی بیروت ۳۵۰/۳

<p>پھر بھی یہ اکثریت، خصوصاً عصر میں، قول امام پر اعتماد سے مانع نہ ہو سکی، اور آپ ہی نے بحر سے یہ نقل کیا اور برقرار رکھا کہ قول امام سے بجز ضرورت کے عدول نہ ہوگا اگرچہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہو کہ فتویٰ قول صاحبین پر ہے، جیسے یہاں ہے۔</p> <p>اور لفظ تصحیح کے زیادہ موکد ہونے سے متعلق جواب کے لئے بھی یہی کافی ہے اور اس بارے میں علامہ شامی کی تصریح عبارتیں ذکر نقول کے تحت کتاب النکاح اور کتاب الہب سے ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں، اور انہوں نے رد المحتار میں بہت سے مقامات پر فتویٰ کے مقابلہ میں متون کو پیش کیا ہے اور متون میں جو مذکورہ ہے اسے ما علیہ الفتویٰ (اور قول جس پر فتویٰ ہے) پر مقدم قرار دیا ہے، اور یہ اسی لئے کہ متون صاحب مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب نقل کرنے کے لئے وضع ہوئے ہیں۔</p> <p>ان میں سے چند مقامات کی نشان دہی (۱) کنویں میں کوئی جانور مراد دیکھا گیا اور گرنے کا وقت معلوم نہیں تو اگر پھولا پھٹا نہیں ہے تو ایک دن اور پھولا پھٹا ہے تو تین دن</p>	<p>ذلك لاسيما في العصر عن التعويل على قول الامام ونقلتم عن البحر واقدرتم انه لا يعدل عن قول الامام الا للضرورة وان صرح المشائخ ان الفتوى على قولهما كما هنا¹⁵⁴</p> <p>ونا هيك - به جواباً عن اكدية لفظ التصحيح وايضاً قدمنا نصوص ش في ذلك في سرد النقول عن كتاب النكاح وكتاب الهبة وايضاً اكثر في رد المحتار من معارضة الفتوى بالمتون وتقديم ما فيها على ما عليه الفتوى وما هو الا لان المتون وضعت لنقل مذهب صاحب المذهب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p> <p>فمنها الاسناد في البئر الى يوم او ثلثة في حق الوضوء والغسل والاقتصار في حق غيرهما</p>
---	---

ف: اذا رجع قول الامام وقول خلافه كان العمل بقول الامام وان قالوا الغيرة عليه الفتوى۔

¹⁵⁴ بحر الرائق كتاب الصلوة، ص ۱۰۶، سید کبیری کراچی ۲۰۰۶

<p>سے پانی نجس مانا جائے گا وضو اور غسل کے حق میں او ردوسری چیزوں سے متعلق جب سے دیکھا گیا اس وقت سے یعنی اب سے نجس مانا جائے گا پہلے سے نہیں۔ اسی پر صباغی نے فتویٰ دیا، محیط اور تمیین میں اسی کو صحیح کہا البحر الرائق اور منخ الغفار میں اسی پر اعتماد کیا تو آپ نے فرمایا ، یہ تمام متون کے اطلاق کے برخلاف ہے (یہاں تک کہ فرمایا) تو اس پر اعتماد نہ ہوگا اگرچہ بحر اور منخ میں اسے برقرار رکھا۔</p> <p>(۲) کوئی صدقہ ایک شخص معین پر وقف کیا تو یہ وقف اس شخص کی موت کے بعد واقف کے ورثہ کی طرف لوٹ آئے گا، اجناس میں پھر فتح القدر میں کہا بہ یفتی (اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ خلاف معتمد ہے کیونکہ یہ اس کے خلاف ہے جس پر محققین مشائخ نے نص فرمایا اور اس کے بھی جو متون میں مذکور ہے، وہ یہ کہ موقوف علیہ کی موت کے بعد وہ فقراء پر لوٹ آئے گا۔</p> <p>(۳) امام جلیلین طحاوی و کرنی نے اختیار فرمایا کہ نشہ والے کی طلاق بے کار ہے، اور تفرید</p>	<p>افتی بہ الصباغی و صححہ فی البحیط والتبیین واقرة فی البحر والمنح واعتمده فی التنویر والدر فقلتم مخالف لاطلاق المتون قاطبة (الی قولکم) فلا یعول علیہ وان اقرة فی البحر والمنح¹⁵⁵</p> <p>ومنها وقف صدقة علی رجل بعینه عاد بعد موتہ لورثة الواقف قال فی الاجناس ثم فتح القدير به یفتی¹⁵⁶ فقلتم انه خلاف المعتمد لمخالفته لمأنص علیہ محققوا المشائخ ولما فی المتون من انه بعد موت الموقوف علیہ یعود للفقراء¹⁵⁷</p> <p>ومنها ما اختار الامامان الجلیلان والکرنی من الغاء طلاق السكران</p>
--	---

¹⁵⁵ ردالمحتار باب المیاء فصل فی البئر وارجاء التراث العربی بیروت ۱۳۶۱

¹⁵⁶ ردالمحتار بحوالہ الفتح کتاب الوقف مطبع مجتہبی دہلی ۳۷۹/۱

¹⁵⁷ ردالمحتار بحوالہ الفتح کتاب الوقف وارجاء التراث العربی بیروت ۳۶۶/۳

<p>پھر تاتار خانہ پھر در مختار میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے آپ نے حلبی کی طرح فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ سارے متون کے خلاف ہے۔</p> <p>(۴) امام محمد نے فرمایا، جب کوئی عصبہ نہ ہو تو نکاح کی ولایت حاکم کو حاصل ہوگی، ماں کو نہیں مضمرات میں لکھا، اسی پر فتویٰ ہے آپ نے بحر و نہر کی طرح فرمایا، یہ غریب ہے کیوں کہ بیان فتویٰ کے لئے وضع شدہ متون کے برخلاف ہے،</p> <p>(۵) امام محمد نے فرمایا، دین داری میں کفائت کا اعتبار نہیں فتح القدر میں محیط کے حوالے سے لکھا، اسی پر فتویٰ ہے اد رمبسوط میں اسی کو صحیح کہا آپ نے بحر کی طرف فرمایا، ہدایہ کی تصحیح اس کے معارض ہے تو اسی پر افتا اولیٰ ہے جو متون میں مذکور ہے۔</p> <p>(۶) شوہر نے بیوی سے کہا، اختیار کر، اختیار کر، اختیار کر، تو بیوی نے کہا میں نے پہلی یا درمیانی یا آخری اختیار کی، امام صاحب کے نزدیک اس پر تین طلاقیں پڑ گئیں، اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اسی کو امام طحاوی نے اختیار کیا، در مختار میں ہے اور اسے شیخ علی مقدسی نے برقرار رکھا، اور</p>	<p>وفي التفرید ثم التتار خانیه ثم الدر الفتویٰ علیہ¹⁵⁸ فقلتم مثل ح قد علمت مخالفتہ لسائر المتون¹⁵⁹</p> <p>ومنها قال محمد اذا لم یکن عصبۃ فولایۃ النکاح للحاکم دون الامر قال فی المضمرات علیہ الفتویٰ فقلتم کالبحر والنهر غریب للمخالفة المتون الموضوعۃ لبیان الفتویٰ¹⁶⁰</p> <p>ومنها قال محمد لا تعتبر الکفایۃ دیانۃ وفي الفتح عن المحيط علیہ الفتویٰ و صححه فی المبسوط فقلتم کالبحر تصحیح الهدایۃ معارض له فالافتاء بما فی المتون اولیٰ¹⁶¹</p> <p>ومنها قال لها اختاری اختاری فقالت اخترت الاولیٰ او الوسطیٰ او الاخیرۃ طلقت ثلاثاً عندہ وواحدۃ بائنۃ عندہما واختارہ الطحاوی قال فی الدر واقرة الشیخ علی المقدسی وفي</p>
--	---

¹⁵⁸ الدر المختار بحوالہ تاتار خانہ کتاب الطلاق مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۱۷

¹⁵⁹ رد المختار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/۳۲۳ و ۳۲۵

¹⁶⁰ رد المختار کتاب النکاح باب الولیٰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/۳۱۲

¹⁶¹ رد المختار کتاب النکاح باب الکفایۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/۳۲۰

<p>حاوی قدسی میں ہے، وہ ناخذ ہم اسی کو لیتے ہیں تو یہ افادہ کیا کہ قول صاحبین ہی مفتی بہ ہے شرف غزی کی قلمی تحریر میں اسی طرح ہے آپ نے فرمایا، قول امام پر متون گام زن ہیں، اور ہدایہ میں اسی کی دلیل موخر رکھی ہے تو وہی معتمد ہوا۔</p> <p>(۷) تقسیم کا ایسے شخص نے مطالبہ کیا جو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ اس کا حصہ بہت کم ہوگا شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا، تقسیم کردی جائے، خانیہ میں کہا اسی پر فتویٰ ہے اس پر در مختار میں فرمایا، لیکن متون اول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہے اور اسے آپ نے اور طحاوی نے برقرار رکھا، باوجودیکہ آپ نے بارہا فرمایا ان میں سے ایک موقع ردالمحتار کتاب السبہ کا بھی ہے کہ اسے یاد رکھنا جو علماء نے فرمایا ہے کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔^{۱۶۵}</p> <p>اس تفصیل سے بجزہ تعالیٰ روشن</p>	<p>الحاوی القدسی وبہ نأخذ فقد افاد ان قولہما هو المفتی بہ کذا یخط الشرف الغزی^{۱۶۲} فقلتم قول الامام مشی علیہ المتون و آخر دلیلہ فی الهدایة فكان هو المعتمد^{۱۶۳}۔</p> <p>ومنہا طلب القسمة من لا ینتفع بہا لقلۃ حصّته قال شیخ الاسلام خواہر زادہ یجاب قال فی الخانیة وعلیہ الفتوی فقال فی الدر لکن^۲ المتون علی الاول فعلیہ المعول^{۱۶۴} واقدر تمویہ انتم و ط مع قولکم مرارا منہا فی ہبة رد المحتار کن علی ذکر مآ قالوا لا یعدل^۳ عن تصحیح قاضی خان فانہ فقیہ النفس^{۱۶۵} ھ</p> <p>فقد ظہر ولله الحمد ان</p>
--	--

۱: تاخیر الهدایة دلیل قول دلیل اعتمادہ

۲: قول الامام مذکور فی المتون مقدم علی ما صححہ قاضی خان با کد الفاظ الفتوی۔

۳: لا یعدل عن تصحیحہ قاضی خان فانہ فقیہ النفس۔

^{۱۶۲} الدر المختار کتاب الطلاق باب تفویض الطلاق مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۷/۱

^{۱۶۳} ردالمحتار کتاب الطلاق باب تفویض الطلاق باب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۸۰۲

^{۱۶۴} الدر المختار کتاب القسمة مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۱۹

^{۱۶۵} ردالمحتار کتاب السبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۱۳

<p>ہو گیا کہ کسی قول کے قول امام ہونے کے باعث ترجیح پانے کے مقابل کوئی چیز نہیں اور جب اختلاف ترجیح کی صورت میں دو قولوں میں سے ایک قول امام ہو تو اسی پر اعتماد ہے اسی طرح اس وقت بھی جب کوئی ترجیح ہی موجود نہ ہو، پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب سب اسی کی ترجیح پر متفق ہوں تو اب کوئی صورت باقی نہ رہی سو اس کے جس میں دوسرے کی ترجیح پر سب متفق ہوں۔</p> <p>تو اگر علامہ شامی کا کلام اس پر محمول کر لیا جائے جو ہم نے بیان کیا تو اس صورت میں وہ بلاشبہ حاصل حکم کے لحاظ سے صحیح ہوگا کیونکہ ہم بھی اس پر ان کی موافقت کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم اسی کو لیں گے جس کی ترجیح پر مشائخ کا اتفاق ہے البتہ ہمارے اور ان کے درمیان طریقے حکم کا فرق رہ جاتا ہے، انہوں نے اس حکم کو اتباع مرجحین کی بنیاد پر اختیار کیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا اسباب ستہ میں سے کسی ایک کے پائے جانے ہی کے موقع پر ہوگا تو یہی امام کا قول ضروری ہوگا اگرچہ وہ ان کے قول صوری کے برخلاف ہو بلکہ ہمارے نزدیک یہاں بعض صورتوں میں تقلید مشائخ کی بھی گنجائش ہے جیسا کہ ان کا بیان آ رہا ہے۔</p> <p>پھر بلاشبہ ایسے وقت میں اس کی بھی پابندی نہیں کہ وہ دوسرا قول، صاحبین ہی میں سے کسی کا ہو بلکہ مدار حوادث پر ہوگا وہ جہاں</p>	<p>الترجیح بكون القول قول الامام لا يوازيه شيعي وإذا اختلف الترجيح وكان احدهما قول الامام فعليه التعويل وكذا اذا لم يكن ترجيح فكيف إذا اتفقوا على ترجيحه فلم يبق الاما تفقوا فيه على ترجيح غيره۔</p> <p>فإذا حمل كلامه على ما وصفنا فلا شك في صحته اذن بالنظر الى حاصل الحكم فانا نوافقه على اننا خذح بما اتفقوا على ترجيحه انما يبقى الخلاف بيننا في الطريق فهو اختاره بناء على اتباع المرجحين ونحن نقول لا يكون هذا الا في محل احدي الحوامل فيكون هذا هو قول الامام الضروري وان خالف قوله الصوري بل عندنا ايضا مساغ ههنا لتقليد المشائخ في بعض الصور على ما يأتي بياناها۔</p> <p>ثم لاشك انه لا يتقيد ح بكونه قول احد الصاحبين بل ندور مع الحوامل حيث دارت وان</p>
--	--

دائر ہوں اگرچہ تینوں ائمہ کے برخلاف مثلاً امام زفر ہی کا قول ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور وہ جو علامہ شامی نے ذکر کیا کہ مشائخ نے دلیل کی جانچ کر رکھی ہے اور باقی کلام، یہ سب اس طریق سے پیدا شدہ ہے جسے انہوں نے اپنایا۔ اور اب ان کے اور بحر کے درمیان صرف لفظی اختلاف رہ جائے گا۔ کیونکہ بحر بھی ایسی صورت میں امام کے قول صوری سے ان کے قول ضروری کی جانب عدول کے منکر نہیں۔ منکر کیسے ہوں گے ایسا تو انہوں نے خود کیا ہے۔ اور اتفاق، اختلاف سے بہتر ہے۔

اور شاید ابن الشلبی کی مراد یہ ہے کہ مشائخ میں سے ایک نے غیر امام کے قول پر فتویٰ ہونے کی تصریح کی ہو اور دیگر حضرات نے صراحتاً اس کی مخالفت نہ کی ہو اور نہ ہی دلالتاً مثلاً یوں کہ قول امام پر اقتصار کریں، یا اسے پہلے بیان کریں، یا اس کی دلیل آخر میں لائیں، یا دوسرے حضرات کی دلیلوں کا جواب دیں، اسی طرح کی اور باتیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قول امام کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جیسا کہ ابن الشلبی نے دلالتاً تصحیح کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اور ایسی صورت میں دیگر حضرات سے اس مفتی کے ساتھ موافقت کے آثار و علامات نمودار ہونا ضروری ہے کلام ابن شلبی کی یہ مراد لی جائے تو یہ بھی استثناء والی صورت میں داخل ہو جائے گا۔

كان قول زفر مثلاً على خلاف الائمة الثلاثة كما ذكر وما ذكر من سبهم الدليل وسائر كلامه نشأ من الطريق الذي سلكه وح يبقى الخلاف بينه وبين البحر لفظياً فان البحر ايضاً لا يابى عندئذ العدول عن قول الامام الصوري الى قوله الضروري كيف وقد فعل مثله نفسه والوافق اولى من الشقاق۔

ولعل مراد ابن الشلبى ان يصرح احد من المشائخ الفتوى على قول غير الامام مع عدم مخالفة الباقيين له صراحة ولا دلالة كالتصريح على قول الامام او تقديمه او تأخير دليله والاجاب عن دلائل غيره الى غير ذلك مما يعلم انهم يرجحون قول الامام كما اشار ابن الشلبى الى التصحيح دلالة وح لا بد ان يظهر منهم مخايل وفاقهم لذلك المفتى فيدخل في صورة الثنيا

<p>یہ گفتگو رہی شامی کے دفاع میں، اب رہا بحر کا معاملہ تو رد المحتار پر جو میں نے تعلیقات لکھی ہیں ان ہی میں کتاب القضاء کے تحت میں نے دیکھا کہ یہ عبارت رقم کر چکا ہوں۔</p> <p>اقول: کلام بحر کا محل وہ صورت ہے جس میں ائمہ ترجیح سے جانب امام بھی ترجیح پائی جاتی ہو جیسے عصر و عشاء کے مسئلوں میں ہے اگرچہ موکد ترین لفظ ترجیح مشائخ کا فتویٰ صاحبین کی جانب ہو بحر کی مراد یہ نہیں کہ مشائخ قول صاحبین کی ترجیح پر اجماع کر لیں تو بھی اس کا اعتبار نہیں اور ہم پر قول امام ہی پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ کیوں کہ کوئی بھی شخص جسے فقہ سے کچھ مس ہے ایسی بات نہیں کہہ سکتا تو یہ علامہ بحر اس کے قائل کیسے ہوں گے؟ اور ہرگز کبھی غیر امام کے قول کی ترجیح پر ائمہ ترجیح کا اجماع نظر نہ آئے گا مگر ایسی صورت میں جہاں اختلاف زمانہ کی وجہ سے مصلحت تبدیل ہو گئی ہو، اور ایسی صورت میں ہمارے لئے مشائخ کے خلاف جانا روا نہیں (کیوں کہ یہ بعینہ امام کے مخالف ہوگی جیسا کہ معلوم ہوا) لیکن جب ترجیح مختلف ہو تو قول امام کا اس وجہ سے رجحان کہ وہ قول امام ہے زیادہ راجح ہوگا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کے قول کا، لفظ افتاء کی ارجحیت (یا اس کی ترجیح کی طرف مائل ہونے والوں کی اکثریت) کے باعث رجحان اس سے</p>	<p>هذا في جانب الشامي واما جانب البحر فرأيتني كتبت فيما علقته على رد المحتار في كتاب القضاء مانصه</p> <p>اقول: محل كلام البحر حيث وجد الترجيح من ائمتنا في جانب الامام ايضا كما في مسألتي العصر والعشاء وان وجد أكد الفاظه وهو الفتوى من المشائخ في جانب الصحابين وليس يريد ان المشائخ وان اجمعوا على ترجيح قولهما لا يعبر به ويجب علينا الافتاء بقول الامام فان هذا لا يقول به احد ممن له مساس بالفقه فكيف بهذا العلامة البحر ولن تری ابدًا اجماع الائمة على ترجيح قول غيره الا لتبدل مصلحة باختلاف الزمان وح لا يجوز لنا مخالفة المشائخ (لانها اذن مخالفة الامام عينًا كما علمت) واما اذا اختلف الترجيح فرجحان قول الامام لانه قول الامام ارجح من رجحان قول غيره لارجحية لفظ الافتاء به (واكثرية المائلين الى ترجيحه) فهذا ما يريده</p>
---	---

فروتر ہوگا۔ یہی علامہ صاحب بحر کی مراد ہے اور اسی سے علامہ رملی و علامہ شامی کا اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ اہ حواشی رد المحتار سے متعلق میری عبارت ختم ہوئی، اور ہلالین کے درمیان کی عبارتیں اس وقت میں نے بڑھائی ہیں۔

تو اس توضیح و تاویل سے تمام کلمات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور مختلف باتیں باہم متفق ہو جاتی ہیں۔ اور تمام تر ستائش خدا کے لئے جو مخلوقات کا رب ہے۔ اور بہتر درود، کامل ترین تسلیمات ساری کائنات کے امام اعظم اور خیرات، سعادت، برکات والے ان کے آل، اصحاب، فرزند اور جماعت پر، ہر گزشتہ و آئندہ کی تعداد میں۔ الہی! قبول فرما۔ اور تمام تعریف خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور پاکی و برتری والے خدا کو ہی خوب علم ہے۔

میں نے دیکھا کہ لوگ شاہان دنیا کے دربار میں اپنی کتابوں کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور بندہ حقیر نے تو ان سطور سے دین کے ایک بادشاہ، ائمہ مجتہدین کے امام کی خدمت گزاری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان سب مجتہدین سے راضی ہو، تو یہ اگر مقام قبول پا جائیں تو یہی انتہائی مطلوب اور منتمائے امید ہے اور اللہ پر یہ کچھ دشوار نہیں، بلاشبہ یہ خدا پر آسان ہے۔

یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

العلامة صاحب البحر وبه يسقط ايراد
العلامتين الرملي والشامى اه ما كتبت مع
زيادات منى الان ما بين الاهلة۔

فبهذا تلتئم الكلمات. وتأتلف الاشتات.
والحمد لله رب البريات، وافضل الصلوات.
واكمل التسليمات. على الامام الاعظم لجميع
الكائنات، وأله وصحبه وابنه وحزبه اولى
الخيرات، والسعود والبركات. عدد كل ماضى
وما هو أت، آمين والحمد لله رب العالمين والله
سبحنه وتعالى اعلم۔

ورأيت الناس يتحفون كتبهم الى ملوك الدنيا
وانا العبد الحقير، خدمت بهذه السطور، ملكا في
الدين، امام ائمة المجتهدين، رضى الله تعالى
عنه وعنهم اجمعين، فان وقعت موقع القبول،
فذاك نهاية المسئول، ومنتهى المأمول، وما
ذلك على الله بعزیز ان ذلك على الله يسير، ان
الله على كل شىء قدير،

<p>اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اور اسی کی جانب رجوع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے آقائے اکرم اور ان کی آل اصحاب پر اور برکت و سلامتی بخشے۔ الٰہی! قبول فرما۔</p> <p>متنبیہ: اقول: چھ اسباب میں سے کسی ایک کا محل ہونا اگر واضح غیر مشتبہ ہو تو اسی پر عمل ہوگا اور ماسوا پر نظر نہ ہوگی یہ لمی طریقہ ہے اور اگر معاملہ مشتبہ ہو تو ہم ائمہ ترجیح کی جانب رجوع کریں گے۔ اگر قول امام کے برخلاف انہیں اجماع کئے دیکھیں تو یقین کر لیں گے کہ یہ بھی اسباب ستہ میں سے کسی ایک کا موقع ہے یہ ائی طریقہ ہے۔۔۔ اور اگر انہیں ترجیح کے بارے میں مختلف پائیں یا یہ دیکھیں کہ انہوں نے کسی کو ترجیح نہ دی تو ہم قول امام پر عمل کریں گے اور اس کے ماسوا قول و ترجیح کو ترک کر دیں گے کیوں کہ ان کا اختلاف یا تو اس لئے ہوگا کہ وہ اسباب ستہ کا موقع نہیں۔ جب تو قول امام سے عدول ہی نہیں یا اس لئے ہوگا کہ اسباب ستہ کا محل ہونے میں وہ باہم مختلف ہو گئے۔ تو قول ضروری شک سے ثابت نہ ہو پائے گا۔ اس لئے امام کا قول ضروری جو یقین سے ثابت ہے ترک نہ کیا جائے گا لیکن جب ہم پر اسباب ستہ کا محل ہونا ان</p>	<p>وللہ الحمد والیہ المصیر، وصلى الله تعالى على المولى الاكرم، وأله وصحبه و بآرك وسلم، آمین۔</p> <p>تنبیہ ف اقول: كون المحل محل احدى الحوامل انكان بيننا لايلتبس فالعمل عليه وما عداه لانظر اليه وهذا طريق لمي وانكان الامر مشتبهاً رجعنا الى ائمة الترجيح فان رأيناهم مجمعين على خلاف قول الامام علمنا ان المحل محلها وهذا طريق اني وان وجدناهم مختلفين في الترجيح اولم يرجحوا شيئاً علمنا بقول الامام وتركنا ماسنواه من قول وترجیح لان اختلافهم اما لان المحل ليس محلها فاذن لاعدول عن قول الامام اولانهم اختلفوا في المحلية فلا يثبت القول الضروري بالشك فلا يترك قوله الضروري الثابت بيقين الا اذا تبيننا لنا المحلية بالنظر فيما ذكرنا من الادلة او</p>
---	--

ف: تنبہان جلیلان یتبیین بہما ما یعمل بہ المقلد فی امثال المقام۔

<p>حضرات کی بیان کردہ دلیلوں میں نظر کرنے سے واضح ہو جائے، یا قول امام سے عدول کرنے والے حضرات نے اسی محلیت پر بنائے کار رکھی ہو اور وہی تعداد میں زیادہ بھی ہوں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور انہیں متم نہ کریں گے۔۔۔ لیکن جب انہوں نے بنائے کار محلیت پر نہ رکھی ہو، بس دلیل کے گرد ان کی گردش ہو تو قول امام پر ہی اعتماد ہے۔۔۔ یہ وہ طریق عمل ہے جو مجھ پر منکشف ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ درست ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم</p> <p>متنبیہ: اقول: یہ سب اس وقت ہے جب وہ واقعی امام کے خلاف گئے ہوں لیکن جب وہ کسی اجمال کی تفصیل یا کسی اشکال کی توضیح، یا کسی اطلاق کی تفسید کریں جیسے متون میں شارحین کا عمل ہوتا ہے۔ اور وہ ان سب میں قول امام ہی پر کام زن ہوں تو وہ امام کی مراد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اب اگر وہ باہم متفق ہوں تو قطعاً اسی پر عمل ہوگا ورنہ ترجیح کے قواعد معلومہ کے تحت ترجیح دی جائے گی۔ ہم نے یہ قید لگائی کہ "وہ ان سب میں قول امام ہی پر کام زن ہوں" اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ۲ دو صورتیں ہوتی ہیں، مثلاً امام کسی مسئلے میں اطلاق کے قائل ہیں اور صاحبین تفسید کے قائل ہیں، اب مرجحین اگر اختلاف کا</p>	<p>بنی العادلون عن قوله الامر عليها وكانوا هم الاكثرين و فنتبعهم ولا نتهمهم اما اذا لم يبنوا الامر عليها وانما حاموا حول الدليل فقول الامام عليه التعويل هذا ما ظهر لي وارجوا ان يكون صوابا ان شاء الله تعالى والله اعلم۔</p> <p>تنبيه: اقول: هذا كله اذا خالفوا الامام اما اذا فصلوا اجمالا، او ضحوا اشكالا، او قيدوا رسالا كدأب الشراح مع المتون، وهم في ذلك على قوله ماشون، فهم اعلم منا بمراد الامام فان اتفقوا والافالترجیح بقواعد المعلومة۔</p> <p>وانما قيدنا بانهم في ذلك على قوله ماشون لانه تقع هنا صورتان مثلا قال الامام في مسألة باطلاق وصاحبا بالتقييد فان اثبتوا الخلاف</p>
--	--

<p>اثبات کریں اور صاحبین کا قول اختیار کریں تو یہ مخالفت ہے اور اگر اختلاف کا انکار کریں اور یہ بتائیں کہ امام کی مراد بھی تفسیر ہی ہے تو یہ شرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہی خاتمہ کلام ہونا چاہئے اور بہتر درود و سلام کریں میں سب سے کریم تر سرکار پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور جماعت پر تاروز قیام۔ اور ہر ستائش بزرگی و اکرام والے خدا کے لئے ہے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>واختاروا قولهما فهذه مخالفة وان نفوا الخلاف وذكروا ان مراد الامام ايضاً التقييد فهذا شرح والله تعالى اعلم وليكن هذا آخر الكلام، وفضل الصلاة والسلام، على اكرم الكرام، وأله وصحبه وابنه وحزبه الى يوم القيام، والحمد لله ذي الجلال والاکرام۔</p>
---	--